

زیر نظر سالانہ مقلد ابوالاجلہ صدیق رضا اور ابو جابر دانا نوری نے نئی جہان حق کے
 تعلیم نئی شیخ الاسلام مولانا سید محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ پر مسند تہذیبیہ کے
 سلسلے میں الزام لگایا ہے اس کا ایک تحقیقی جواب ہے نیز اس میں ان غیر منظم بحث کو اپنے
 گریبان میں جھانک کر اپنے مذہب پر غور و فکر کی دعوت بھی دی گئی ہے

مفتیان اہل حق پر اعتراض کر نیوالے غیر مقلدین کا

اس کی پیرہ

- اہل حق سے غیر منظم بحث کو
- چڑکیوں؟ اس کا جواب
- مجتہد اور غیر مجتہد کا
- مقام اور وظیفہ کا کیا ہے؟
- غیر منظم بحث کے متصاد
- فتاویٰ کی چند مثالیں
- فروعی اختلاف اور اس کی حیثیت
- فروعی اختلاف کو مذہب اور برا بھلا
- حضرات سجاد کرام علیہم السلام سے دشمنی ہے
- کیا موجودہ غیر منظم بحث اپنے قدیم
- اکابر علماء کو گمراہ سمجھتے ہیں؟ جی ہاں
- فرقہ غیر مقلدیت نے امت کو درجنوں
- اختلافات مذہب میں جھلا دیا ہے
- جنت کے قافلے کتنے اور کون کون سے ہیں



انہ کے اپنے تحریرات کے آئینے میں

مترتب

حضرت مولانا مفتی احمد محمد مہتمم دارالحدیث

رئیس دارالافتاء جامعہ اسلامیہ دارالحدیث

مدنی کالونی گلبرگ کس ماڈل ہونہ کراچی

تالیف و تصنیف

حضرت اقدس مولانا مفتی

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دارالحدیث

تالیف و تصنیف

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اختر صاحب دارالحدیث

کاشف



2520388
 2529008
 0300-2140649

نزد سابر می مسجد گھنستان کالونی کراچی

مفتیان اہل حق پر اعتراض کر نیوالے غیر مقلدین کا

اصلی چہرہ

ان کی اپنی تحریرات کے آئینے میں

مرتب

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

تألیف و ترمیم

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

خلیفہ مجاز

شاہ حکیم محمد اختر صاحب

مکتبہ النہای تقی

مکتبہ النہای تقی، جامعہ اسلامیہ، لاہور
فون: 2520385 2529008



فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱	تقدیم	۱
۳	غیر مقلدین کا فتنہ سے ناراضی کے اسباب	۲
۳	نقطی نمبر ۱	۳
۴	نقطی نمبر ۲	۴
۴	نقطی نمبر ۳ کا بطلان	۵
۵	کیا تاہل کو تحقیق و استنباط کی اجازت ہے؟	۶
۶	اندھی تقلید کیا ہے؟	۷
۷	تحقیق و استنباط تاہل کا کام کیوں نہیں؟	۸
۷	تاہل کا مقام مجتہد کی تقلید ہے نہ کہ ان ہر اعتراض	۹
۸	تاہل کن مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے گا	۱۰
۸	تاہل کو تحقیق کا حق نہیں اس کی کیا دلیل ہے	۱۱
۹	دلیل آیت کریمہ	۱۲
۹	آیت کریمہ کی مختصر تشریح	۱۳
۱۰	استنباط کا معنی	۱۴
۱۱	مثال اور مشکل ۱ میں مطابقت	۱۵

جملہ حقوق بحق مکتبۃ البخاری محفوظ ہیں

واحد تقسیم کنندہ

عبدالواحد قادری

مکتبۃ البخاری گلستان کالونی، منگرو صابری مسجد، کراچی

موبائل: 2520385 300-2140865 فون: 2520385

ملنے کے پتے

جامعہ خلفائے راشدین ، گرینکس ماڑی پور روڈ، کراچی

مکتبۃ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن، کراچی

نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی

مکتبۃ علی و معاویہ، سعید آباد، کراچی

علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

مکتبۃ انفال توحیدی مسجد چاکرہ کراچی

ادارۃ الحرم 17 اردو بازار لالہ ہور

مکتبۃ شہید الاسلام، ادارہ عمر فاروق مرکزی جامع مسجد اسلام آباد

۱۶	مذکورہ آیت کریمہ امور جہاد یہ کے ساتھ خاص ہے یا امور اجتہاد یہ اور قیاس
۱۷	کو بھی شامل ہے؟
۱۸	سوال
۱۹	مقام رسول
۲۰	مجتہد کا مقام
۲۱	نااہل کا مقام
۲۲	غلطی نمبر ۲ کا بطلان، اقسام اختلاف
۲۳	اختلاف کی پہلی قسم کی تفصیل
۲۴	ضروریات دین کا مطلب
۲۵	تخصیص
۲۶	اختلاف کی دوسری قسم کی تفصیل
۲۷	تائید از مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد صاحب
۲۸	دلچسپ واقعات اور وضاحت حدیث
۲۹	اہل بدعت اور اہل سنت کی پہچان
۳۰	تیسرے اختلاف کی تفصیل
۳۱	سوال و جواب
۳۲	جنت کے قافلے
۳۳	سوال و جواب
۳۴	اجماع مسلمین

۳۴	غیر مقلد مولانا عبدالعزیز نورستانی کا فیصلہ
۳۵	تخصیص
۳۶	فروعی اور اجتہادی اختلاف کو گمراہی کہنا گمراہی ہے
۳۷	اجتہادی اور فروعی مسائل میں اختلاف کو مذموم سمجھنے کے نقصانات
۳۸	(۱) افتراق امت کا نقصان
۳۹	(۲) ضلالت صحابہؓ کا نظریہ
۴۰	۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جبر و سر میں اختلاف
۴۱	۲۔ سلام کے ایک اور دو ہونے میں اختلاف
۴۲	(۳) ضلالت اکابر علماء غیر مقلد
۴۳	غیر مقلدین میں اختلاف کی مثالیں ۱۔ مردے سنتے ہیں یا نہیں؟
۴۴	۲۔ مسلمان مردہ کی ہڈیاں قابل احترام ہیں یا نہیں؟
۴۵	۳۔ امام کو رکوع میں پانے والا رکعت پانے والا ہے کہ نہیں؟
۴۶	۴۔ ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟
۴۷	۵۔ عدت میں عورت کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟
۴۸	۶۔ بیمار پر بعد صحت روزہ رکھنا واجب ہے یا نہیں؟
۴۹	۷۔ رخصتی سے پہلے شوہر فوت ہو جائے تو بیوی کو آدھا مہر ملے گا یا پورا
۵۰	۸۔ عورت ماہواری کے دنوں میں قرآن پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟
۵۱	۹۔ جراب پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟
۵۲	۱۰۔ جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم :

اہل حق کے اکابر مفتیان کرام زید محمد ہم پر بلا وجہ کچڑا چھالا جائے اور ان کے وفادار اصاغر خاموش رہیں یہ ناممکن ہے۔ ہماری تمام تر صلاحیتیں مسلک حق یعنی اہل السنۃ والجماعۃ اور اس پر عمل پیرا حضرات کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔

زیر نظر رسالہ ”بنام“ بھی اسی خدمت کا ایک ادنیٰ سا حصہ ہے۔ رسالہ میں پہلے معترضین کا اصلی چہرہ ان کی معتبر کتب کے حوالے سے دکھایا گیا تاکہ عوام الناس کے لئے فیصلے میں دشواری نہ ہو اور بآسانی اس حقیقت تک رسائی ہو جائے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہر پھول اصلی اور خوشبودار ہے جبکہ معترضین کے پاس صرف کاغذی پھول ہیں جو دور سے دکھانے کے تو ہیں لیکن خوشبو سے محرومی کے سبب قریب کرنے اور بطور نمونہ پیش کرنے کے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ چودہ صدیوں میں کوئی ایک غیر مقلد ایسا نہیں گزرا جس نے قرآن وحدیث کے مطابق عقائد اور مسائل لکھے ہوں ورنہ یہ لوگ کم از کم ہر صدی میں ایک ایک غیر مقلد مصنف اور اس کی تصنیف کا نام بتاتے لیکن قیامت آجائے گی یہ کسی ایک کا نام بھی نہیں بتائیں گے۔

دوسرے نمبر پر ان کے بے جا اعتراض کو لے کر اصل حقیقت کی مختصر وضاحت پیش کی گئی ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ طالب حق کے لئے کافی ثباتی ہے۔

نیز پیش لفظ کے عنوان سے ایک مبسوط مقدمہ لکھا گیا ہے تاکہ ان لائقہ نبیوں کی اہل حق سے

۳۵	(۴) صحابہؓ سے بدگمانی کا نقصان	۵۳
۳۶	(۵) انکار حدیث کی فوہیت	۵۴
۳۷	(۶) آیت قرآنیہ میں معنوی تحریف کرنا	۵۵
۴۱	اظہار حق و تنقید برائے اصلاح یا فتنہ اور انتشار پھیلانا	۵۶
۴۳	انجوبہ	۵۷
۴۵	کیا انتشار کا سبب فقر ہے؟	۵۸
۴۶	معارضہ مفید کے اعتراض کا حاصل و باتیں ہیں	۵۹
۴۶	نمبر (۱) اور اس کا جواب	۶۰
۴۷	مشائخ کے اختلاف کی وجہ	۶۱
۵۳	علاج اور بھوک و پیاس کا فرق	۶۲
۵۴	نمبر ۲ اور اس کا جواب	۶۳
۵۴	قابل توجہ مشورہ	۶۴
۵۵	تقابلی جائزہ	۶۵

تاریخی کی بنیادی و بنیادی و بنیادی سامنے آجائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مقدمہ احباب کے لئے بصیرت آموز اور قیمتی سرمایہ ثابت ہوگا..... و ما علینا الا البلاغ

(حضرت مولانا مفتی احمد رتناز (دامت برکاتہم)

رکس و مفتی جامعہ خلفائے راشدین

۸/محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد :

قارئین کرام! غیر مقلدین (نام نہاد المجدیث) کی فتنہ سے ناراضگی، شدت اور گمراہی کا سبب دو غلطیاں ہیں، جن میں ان کا ضدی اور ہٹ و ہرم طبقہ دیدہ دانستہ جتلا ہے اور تخلص طبقہ ان ضدی اور غالی لوگوں کے فریب اور دھوکے کا شکار ہے۔

اگر ان غلطیوں سے یہ لوگ تائب ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور پیاروں حضرات ائمہ مجتہدین و ماہرین قرآن و حدیث و معارف و کتب و کینہ اور مخالفت سے محفوظ ہو جائیں اور "من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحبوب" یعنی جس نے میرے پیارے دوست سے دشمنی کی اس سے میری (اللہ تعالیٰ کی) طرف سے اعلان جنگ ہے، کی شدید وعید سے بچ جائیں گے۔ ہم مختصراً ان دونوں غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کا مدلل بطلان قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا چائیں گے۔

شاید کے اتر جائے کسی دل میں میری بات

غلطی نمبر ۱:

چونکہ مجتہدین معصوم نہیں اس لیے ہم ان کی تقلید نہیں کرتے بلکہ تحقیق کر کے ان کے صحیح اور غلط اجتہادات کو جانچتے ہیں تاکہ غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہا جائے۔

ہر اختلاف مذموم اور برا ہے خواہ وہ اصول اور عقائد کا اختلاف ہو یا فروع و اعمال کا یا سنت تو بدعت کا چونکہ ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ اس وجہ سے ہم غیر مقلدین ان ائمہ سے بھی ناراض ہیں۔

غلطی نمبر ۳ کا بطلان :

نام نہاد احمدیہ میں یہ غلطی ان کے بڑے بھائی منکرین حدیث سے آئی ہے انہوں نے انکار حدیث کے لیے آسان اور کامیاب بہانہ یہ تلاش کیا ہے چونکہ محدثین معصوم نہیں اس لیے ہم تحقیق کر کے ان کی غلطی کو غلط اور صحیح کو صحیح کہنا چاہتے ہیں غیر مقلدین نے بعینہ یہی بات ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کہنا شروع کیا کہ یہ معصوم نہیں لہذا ہمیں پرکھنے کا حق دیا جائے

قارئین کرام! اتنی بات تو صحیح اور یقینی ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم نہیں لیکن یہ بات اوجہوری ہے جیسے حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم نہیں غیر مقلدین بھی تو معصوم نہیں مگر یہاں بات معصوم اور غیر معصوم کی نہیں بات اہل اور نااہل کی ہے کہ کون تحقیق کا اہل ہے اور کون نہیں جیسے محدثین اپنے فن میں اہل ہیں اور منکرین حدیث (نام نہاد اہل قرآن) نااہل ہیں خواہ اپنی جماعت میں کتنے بڑے مصنف ہوں جیسے محمد اسلم جیراج پوری سابق اہل حدیث غلام احمد سابق اہل حدیث لیکن محدثین کے سامنے فن حدیث میں نااہل ہیں ان کی باتوں کو تحقیق نہیں کہا جائے گا بلکہ نااہل کی منازعت کہا جائے گا جو شرعاً گناہ کبیرہ ہے اسی طرح ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر مقلد میں یہ فرق نہیں کہ مجتہدین غیر معصوم ہیں اور غیر مقلدین معصوم ہیں بلکہ فرق یہ ہے کہ وہ لوگ باجماع امت اہل اجتہاد سے ہیں اور یہ لوگ باجماع امت نااہل ہیں اس لیے ان نااہلوں کا حضرات مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الجھنا نااہل کی منازعت ہے۔ آپ ﷺ جب بیعت لیتے تو اس میں یہ عہد بھی لیتے "ان لا ننازع الامر اہلہ" کہ ہم اہل امر سے منازعت (جھگڑا اور اختلاف) نہیں کریں گے۔ تعجب ہے کہ حدیث

جس کو منازعت اور بے جا اختلاف قرار دے یہ لوگ اس کا نام تحقیق رکھیں۔

الحاصل مجتہدین رحمہم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا نام تحقیق نہیں بلکہ نااہل کی منازعت ہے۔

کیا نااہل کو تحقیق و استنباط کی اجازت ہے؟

نااہل کا معاملہ مجتہد کے معاملہ سے بالکل برعکس ہے مجتہد جو کہ اہل ہے سے خطا بھی ہو جائے تو بھی اسے اجر ملتا ہے اور نااہل جیسے غیر مقلدین صحیح بات بھی پالے تو بھی اسے اجر کی بجائے گناہ ہوگا آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال : اتقوا الحدیث عسی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلینبوا مقعدہ من النار و من قال فی القرآن براہہ فلینبوا مقعدہ من النار (الترمذی ۱۲۳۷۴)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : مجھ سے صرف وہی باتیں نقل کیا کرو جو تمہیں یقینی طور پر معلوم ہوں، اس لئے کہ جس نے قصد امیری طرف بصورتی بات منسوب کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا، اور جو قرآن کریم میں اپنی رائے چلائے گا اس نے بھی اپنے لئے ٹھکانہ جہنم میں بنالیا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا :

عن جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : من قال فی القرآن براہہ فاصاب فقد اخطا (الترمذی ۱۲۳۷۴)

یعنی جس نے قرآن میں اپنی رائے لگا دی اور درست بات بھی پالی تو بھی وہ گناہ گار ہوگا امام نووی رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجتہد ہر اجتہاد میں اجر پاتا ہے اگر اس کا اجتہاد درست نکلا تو دواجر کا مستحق ہے ایک اجتہاد کا دوسرا اصابت کا اور اگر اجتہاد خطا نکلا تو بھی ایک اجتہاد کا ملے گا ہاں جو نااہل ہو اس کو اجتہاد سے حکم کرنا کسی حال میں جائز نہیں بلکہ وہ گناہ گار ہے اس کا حکم نافذ بھی نہ ہوگا اگرچہ اس کا حکم حق کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ اس کا حق کو پالینا

محض اتفاقی ہے کسی اصل شرعی پر مبنی نہیں پس وہ تمام احکام میں گناہ گار ہے حق کے موافق ہو یا مخالف اور اس کے نکالے ہوئے تمام احکام مردود ہیں اس کا کوئی عذر شرعاً مقبول نہیں (شرح نووی ج ۱ ص ۱۸۳)

افسوس ہے کہ منکرین حدیث اور غیر مقلدین نے اس گناہ کبیرہ جس کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا کہیں نہیں، کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے۔ اور اس کو ثعلب بالقرآن اور عمل بالحدیث کہتے ہیں۔

اندھی تقلید کیا ہے؟

نام نہاد اہل حدیث کہتے ہیں کہ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید اندھی تقلید ہے۔ لہذا اسے چھوڑیے اور ہمارے ساتھ چلیے۔ قارئین کرام! ان نا اہل، نام نہاد اہل حدیث کی جہالت کی انتہا دیکھئے! انہیں تو اندھی تقلید کا معنی تک نہیں آتا۔ اندھی تقلید اس کو کہتے ہیں کہ اندھا اندھے کے پیچھے چلے، تو لازماً دونوں کسی کھائی میں گر جائیں گے۔ اگر اندھا کسی آنکھوں والے کے پیچھے چلے، تو آنکھ والا اپنی آنکھ کی برکت سے اپنے آپ کو بھی اور اس اندھے کو بھی ہر کھائی سے بچا کر لے جائے گا اور منزل تک پہنچا دے گا۔ حضرات ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ معاذ اللہ اندھے نہیں، عارف اور بصیر ہیں۔ البتہ اندھی تقلید کے شکار وہ لوگ ہیں جو خود بھی اندھے ہیں اور ان کے پیٹھوا بھی اجتہاد کی آنکھ سے محروم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

عن عبد اللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً یستزعه من العباد، و لكن یقبض العلم یقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جہالاً فلتلوا فافتوا بغير علم فضلوا و اضلوا (المشکوۃ ۳۲/۱)

جو جاہل گورچی پیشوا بنائے تو وہ جاہل خود بھی گمراہ ہوگا اور اپنے ماننے والے کو بھی گمراہ کرے گا۔

یہ اندھی تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر معصوم ﷺ اور مجتہد مآجور رحمہم اللہ کی تحقیق پر عمل

کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔

تحقیق اور استنباط نا اہل کا کام کیوں نہیں...!

قارئین کرام! تحقیق نا اہل کا مقام نہیں۔ کیونکہ اس میں جب تک تین باتوں کی تحقیق مکمل نہ ہو جائے اسے تحقیق نہیں کہا جاسکتا۔ وہ تین باتیں جن کی تحقیق ضروری ہے، یہ ہیں۔

(۱) "دلیل" مثلاً حدیث جس سے حکم ثابت کیا جاتا ہے، وہ خود ثابت اور صحیح ہو۔

(۲) "اس دلیل" مثلاً حدیث سے جو سمجھا جاتا ہے، وہی مراد رسول ﷺ ہو۔ وہ معنی اور

مطلب، مراد رسول ﷺ کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اگر اس دلیل وحدیث کے معارض کوئی اور حدیث ہو تو اس تعارض اور اختلاف کو رفع کیا

جائے۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ساری عمر پہلی بات کی تحقیق میں صرف فرمادی ہے، مراد رسول

ﷺ کو سمجھنے کو اور رفع تعارض کو مجتہدین کے حوالے کر دیا ہے۔ البتہ مجتہدین کی تحقیق کامل ہوتی ہے۔ وہ

ثبوت، دلالت یعنی مراد رسول ﷺ اور رفع تعارض تینوں کی پوری پوری تحقیق کرتے ہیں اسی لئے ان آخری

دو باتوں میں خود حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ بھی حضرات مجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید کرتے ہیں۔

چنانچہ اسی تقلید کا نتیجہ ہے کہ حضرات محدثین علیہم الرحمۃ کا ذکر چار ہی قسموں کی کتابوں میں ملتا ہے۔ (۱)

طبقات خفیہ (۲) طبقات مالکیہ (۳) طبقات شافعیہ (۴) طبقات حنبلیہ۔ طبقات غیر مقلدین

نامی کوئی کتاب محدثین کے حالات میں آج تک کسی مسلم مورخ ومحدث نے نہیں لکھی۔

قارئین عظام! چونکہ ان تین باتوں کی تحقیق اہل فن اور ماہر کتاب وسنت ہی کا کام ہے، نہ

کہ نا اہل کا۔ نا اہل میں یہ صلاحیت اور استعداد ہی نہیں کہ ان تین باتوں سے متعلق کچھ کر سکے جبکہ ان

کے بغیر تحقیق نامکمل ہی رہتی ہے۔

نا اہل کا مقام مجتہد کی تقلید ہے نہ کہ ان پر اعتراض...!

چونکہ نا اہل نہ تو خود تحقیق واستنباط کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے تحقیق کرنا جائز ہے اس

لئے اس پر واجب اور ضروری ہے کہ مسائل اجتہاد یہ میں مجتہد اور ماہر شریعت کی تقلید کرے۔ مجتہد کا اعلان ہے کہ ہم پہلے مسئلہ قرآن پاک سے لیتے ہیں، وہاں نہ ملے تو سنت سے، وہاں نہ ملے تو اجماع صحابہؓ، اگر حضرات صحابہؓ میں اختلاف ہو جائے تو جس طرف حضرات خلفائے راشدینؓ ہیں، اسے لیتے ہیں۔ اگر یہاں بھی نہ ملے تو اجتہادی قاعدوں سے مسئلہ کا حکم تلاش کر لیتے ہیں۔ جس حساب دان ہر نئے سوال کا جواب حساب کے قواعد کی مدد سے معلوم کر لیتا ہے اور وہ جواب اس کی ذاتی رائے نہیں ہوتا، بلکہ فن حساب کا ہی جواب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب حساب دان کے سامنے سوال آئے گا تو وہ خود حساب کے قاعدوں سے سوال کا جواب نکال لے گا اور جس کو حساب کے قاعدے نہیں آتے وہ حساب دان سے جواب پوچھ لے گا۔ اسی طرح مسائل اجتہاد یہ میں کتاب و سنت پر عمل کرنے کے بھی دو ہی طریقے ہیں۔ جو شخص خود مجتہد ہو گا وہ خود قواعد اجتہاد یہ سے مسئلہ تلاش کر کے کتاب و سنت پر عمل کرے گا اور غیر مجتہد یہ سمجھ کر کہ میں خود کتاب و سنت سے مسئلہ استنباط کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اس لئے کتاب و سنت کے ماہر مجتہد سے پوچھ لوں، کہ اس میں کتاب و سنت کا کیا حکم ہے؟ اس طرح عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں اور مقلدان مسائل کو مجتہد کی ذاتی رائے سمجھ کر عمل نہیں کرتا، بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجتہد نے ہمیں مراد خدا کے تعالیٰ اور مراد رسول ﷺ سے آگاہ کیا ہے۔

نااہل کن مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے گا؟

قارئین کرام! مسائل اجتہاد یہ میں نااہل یعنی غیر مجتہد، مجتہد کی تقلید کرے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تقلید صرف مسائل اجتہاد یہ ہی میں کی جاتی ہے اور حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جس کو نو اب صدیق حسن خاں غیر مقلد حدیث مشہور فرماتے ہیں) اجتہاد اور اس کے مقام کے تعین کے لئے کافی دلیل ہے، کہ جو مسئلہ صریحاً کتاب و سنت میں نہ ہو تو اس کا حکم رائے اور اجتہاد کے اصولوں سے کتاب و سنت سے مجتہد اخذ کرے گا۔

نااہل کو تحقیق کا حق نہیں۔ اس کی دلیل کیا ہے؟

قارئین کرام! جس طرح دنیا میں ہر فن میں اس کی بات مانی جاتی ہے جو اس فن میں کامل مہارت رکھتا ہو، نہ کہ فن سے نا آشنا کی۔ مثلاً ہیرے جواہرات کے بارے میں ماہر جوہری کی تحقیق مانی جائے گی، نہ کہ کسی موچی کی۔ سونے کے بارے میں کسی ماہر سنار کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی لوہار کی۔ قانون میں تحقیقی بات ماہر قانون دان کی ہوگی نہ کہ کسی مداری کی۔ اسی طرح دین میں بھی دین کے ماہرین کی بات تحقیقی مانی جائے گی۔ ان ہی کے مستند اور نکالے ہوئے مسائل کو قبول کیا جائے گا نہ کہ ہر کندہ نا تراش اور نادان کی بات کا اعتبار ہوگا۔

دلیل:

جس اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حکم دیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح طور پر فرمادی ہے کہ تحقیق کا حق کس کس کو ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشاد سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کا حق صرف دو ہستیوں کو ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں اور دوسری ہستی مجتہد کی ہے۔ ان دو کے علاوہ سب نااہل ہیں جن کو تحقیق کا حق نہیں۔

آیت کریمہ:

و اذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذعوا به و لو ردوه الى الرسول و الى اولى الامر منكم لعلمه الدين يستنبطونه منهم و لو لا فضل الله عليكم و رحمته لا تبعتم الشيطان الا قليلا (النساء ۸۳)

”اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف، تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول ﷺ کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں اور اگر تم لوگوں پر خدا کا فضل اور رحمت نہ ہوتا تو تم سب کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ جز تھوڑے سے آدمیوں کے“

آیت کریمہ کی مختصر تشریح:

مفسر قرآن حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے جب کوئی بات امن کی پیش آتی ہے (مثلاً حضرت رسول اکرم ﷺ کا کسی کا صلح کا قصد فرمانا یا لشکر اسلام کے فتح کی خبر سنانا) یا کوئی خبر خوفناک سن لیتے ہیں (جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہونا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا) تو ان کو بلا تحقیق کئے یہ مشہور کر دیتے ہیں اور اس میں اکثر فساد و نقصان مسلمانوں کو پیش آ جاتا ہے، منافق ضرور رسائی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، انہیں سے کچھ خبر آئے تو چاہئے کہ اول پہنچائیں مردار تک اور اس کے نابینوں تک، جب وہ اس خبر تحقیق اور تسلیم کر لیں تو ان کے کہنے کے موافق اس کو کہیں نقل کریں اور اس پر عمل کریں۔

طراز استدلال :

اس آیت کریمہ میں تحقیق کا حق پہلے نمبر پر حضرت رسول اکرم ﷺ کو دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد اہل استنباط کو۔ جن کو اصطلاح میں مجتہدین کہتے ہیں۔

استنباط کا معنی :

استنباط کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پانی زمین کی تہ میں پیدا کر کے عوام کی نظر سے چھپا رکھا ہے، اس پانی کو کنواں وغیرہ بنا کر نکال لینا۔

قارئین کرام! قرآن کریم کی یہ حد و وجہ کی بلاغت ہے کہ اجتہاد اور فقہ کو لفظ استنباط کہہ کر ایسی عام فہم مثال سے اجتہاد اور فقہ کو سمجھا یا جس سے ہر شخص آسانی سے اجتہاد اور فقہ کی حقیقت سمجھ سکتا ہے۔

قارئین عظام! اجتہاد اور فقہ کی حقیقت تین امور پر مشتمل ہے۔

(۱) فقہ اسلامی زندگی کے لئے ہے حد ضروری ہے اس کے بغیر اسلامی زندگی ناممکن اور

مردہ ہے۔

(۲) اجتہاد اور فقہ کسی شخص کی ذاتی خواہش کا نام نہیں، بلکہ قرآن وحدیث کے (اندرازدہ

تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے) ان مسائل کا نام ہے جن تک عوام کی رسائی ممکن نہیں۔

(۳) اجتہاد اور فقہ جدید مسائل گھڑنے کا نام نہیں۔ بلکہ روز اول سے جو مسائل قرآن کریم

کی آیات اور احادیث مبارکہ میں ہیں، ان کے بیان کرنے کا نام ہے۔

مثال اور ممثیل لہ میں مطابقت :

قارئین کرام! الفظ استنباط سے مثال دے کر "اھر اول" اس طرح سمجھا دیا کہ انسانی زندگی کے لئے جتنا پانی ضروری ہے کہ اس کے بغیر نہ تو وضو ہو سکتا ہے نہ غسل، نہ کپڑے صاف ہو سکتے ہیں اور نہ کھانا پکا یا جاسکتا ہے، اسی طرح اسلامی زندگی کے لئے فقہ ضروری ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات، اقتصادیات ہوں یا سیاسیات، حدود و ہوں یا تعزیرات۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں فقہ کی رہنمائی ضروری نہ ہو۔

"اھر ثانی" اس طرح سمجھا دیا کہ جس طرح زمین کی تہ میں جو پانی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ کہ اس انسان کا جس نے کنواں کھود کر اس کو نکال لیا ہے۔ جب بھی کوئی آدمی کسی کنویں کا پانی پیتا ہے تو اس عقیدے سے پیتا ہے کہ اس پانی کا ایک ایک قطرہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ کہ مستری اور کھودنے والے کا۔ مستری نے اپنی محنت اور اوزاروں کی مدد سے صرف اس کو ظاہر کر دیا تاکہ خلق خدا مستفید ہوں۔ اسی طرح فقہ اور اجتہاد استنباط کسی شخص کی ذاتی خواہش کا نام نہیں بلکہ مجتہد کا دین کے باریک مسائل کو اصول فقہ کی مدد سے عوام کے سامنے ظاہر کرنے کا نام ہے تاکہ قرآن وحدیث کے ان مسائل پر عوام کے لئے عمل کرنا آسان ہو، یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ میں ہر مجتہد کا ایک ہی اعلان ہوتا ہے "القیاس مظهر لا مثبت" کہ ہم قیاس کی مدد سے کتاب وسنت کی تہ میں پوشیدہ مسائل کو صرف ظاہر کرتے ہیں، حاشا وکلا! ہم ہرگز کوئی مسئلہ اپنی ذات سے گھڑ کر کتاب وسنت کے ذمہ نہیں لگاتے۔

"اھر ثالث" اس طرح سمجھا دیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جب زمین پیدا فرمائی اس

دن سے یہ پانی اس کی تہ میں پیدا فرما دیا، البتہ اس کا نکالنا ضرورت کے مطابق ہوتا رہا، کسی علاقہ میں کنویں چار ہزار سال پہلے بن گئے، کسی ملک میں چار ہزار سال بعد۔ لیکن جہاں بھی پانی نکالا گیا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کردہ تھا، کوئی مقلد یہ نہیں کہہ سکتا کہ جن علاقوں میں پہلے پانی نکل آیا وہ تو اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ تھا اور جن علاقوں میں بعد میں کنویں بنائے گئے وہ بعد میں کسی انسان کا پیدا کردہ پانی تھا۔ اسی طرح پہلی صدی میں حضرات فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو اجتہادات فرمائے انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اکرم ﷺ کے ہی مسائل بیان فرمائے اور دوسری صدی میں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے جو اجتہادات فرمائے وہ بھی کتاب و سنت کے مسائل کا بیان اور تفصیل تھی، غرق صرف اس قدر رہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک زندگیاں کا اکثر حصہ جہاد میں گزرا، اس لیے ان نفوس قدسیہ کو اس کی مکمل تدوین کا موقع نہیں ملا، یہ سعادت حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی قسمت میں تھی کہ کتاب و سنت کے ظاہر اور پوشیدہ مسائل کو پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ نہایت آسان اور عام فہم ترتیب سے مدون فرمایا تاکہ قیامت تک مسلمانوں کو کتاب و سنت پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

قارئین کرام :

حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے ناموں سے مشہور فقہی مسائل کو ان کی ذاتی خواہش اور نوازئید کہہ کر رو کرنا اور ان مسائل فقہیہ پر عمل کرنے والوں کو مشرک کہنا ایسی احمقانہ بات ہے جیسے کہ ایک شخص نے کنواں بنالیا ہزاروں لوگ اس سے پانی پی رہے ہیں وضوء، غسل کر کے نماز پڑھ رہے ہیں، کھانا پکا رہے ہیں، اب کوئی احمق شور مچا دے کہ اس کنویں کا تعارفی نام ”چوہدری نواب دین“ کا کنواں ہے اس لیے جو اس میں پانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ پانی چوہدری نواب دین کا پیدا کیا ہوا ہے، چوہدری نواب دین اللہ تعالیٰ کا شریک بنا بیٹھا ہے جو لوگ اس کنواں سے پانی پی رہے ہیں وہ مشرک ہیں، نہ ان کا وضوء صحیح ہے نہ غسل، نہ نماز درست ہے نہ روزہ، تو کیا کوئی عقل مند آدمی اس احمق کی ان خرافات پر کان دھرے گا؟

غیر مقلدین کا حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین کے ساتھ عجیبہ و غریب سلوک ہے جو سلوک اس احمق کا جناب چوہدری نواب دین اور اس کے بنائے ہوئے کنویں سے پانی لینے والوں سے ہے۔ حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کے مسائل کو ظاہر کر دیا اور کنویں کی شکل دے دی ان کے مقلدین ان مسائل کے مطابق نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں مصروف ہو گئے ہمارے نام نہاد اہل حدیث دوست ان کے پیچھے پڑ گئے کبھی کہتے ہیں کہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نہیں ورنہ اس کے ہر قطرے پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا دکھاؤ، کبھی کہتے ہیں ہماری عمر ایک ہی کنویں کے پانی سے وضوء کرنا یہ تو تقلید شخصی ہے اور یہ شرک ہے، ہر نمازی کا فرض ہے کہ فجر کی نماز کا وضوء اپنے گھر کے کنویں سے کرے ظہر کا وضوء دوسرے ضلع کے کنویں سے عصر کا وضوء کسی اور صوبے کے کنویں سے مغرب کا کسی اور اور عشاء کا کسی اور علاقہ کے کنویں سے کرے اگر سب نمازوں کے لیے وضوء ایک ہی کنویں کے پانی سے کرے گا تو گویا اس نے تقلید شخصی کی اور یہ شرک ہے۔

اہل السنۃ والجماعہ کہتے ہیں، کہ جب ہم کنویں کے کنارے ہیں، تو جس کنویں کا پانی آسانی سے دستیاب ہو جائے ساری عمر اسی ایک کنویں کا پانی پینا، وضوء، غسل کرنا، کھانا پکانا بالکل درست ہے اس کو شرک کہہ کر تمام مسلمانوں کو مشرک بنانا دین کی کوئی خدمت نہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ امور جہاد یہ کے ساتھ خاص ہے یا امور اجتہاد یہ اور قیاس کو بھی شامل ہے؟ قارئین کرام! آیت کریمہ امور جہاد یہ کے ساتھ خاص سمجھنا غلط ہے حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے عام رکھا ہے۔ مفسر عظیم امام رازی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

دللت هذه الآية على ان القياس حجة في الشرع : وذلك لأن قوله (الذين يستنبطونه منهم) صفة لأولى الأمر وقد اوجب الله تعالى على الذين يحسنهم امر من الأمن او الخوف ان يرجعوا في معرفته اليهم ، ولا يخلو اما ان يرجعوا اليهم في معرفته هذه الوقائع مع حصول النص فيها او لا مع حصول النص فيها، والاول باطل، لأن على هذا

التقدير لا يبقى الاستنباط لأن من روى النص في الواقعة لا يقال : انه اسبط الحكم فثبت ان الله امر المكلف برد الواقعة الى من يستنبط الحكم فيها ولو لا ان الاستنباط حجة لما امر المكلف بذلك فثبت ان الاستنباط حجة والقياس اما استنباط او داخل فيه فوجب ان يكون حجة اذا ثبت هذا فنقول : الآية الدالة على امور احدها ان في احكام الحوادث ما لا يعرف بالنص بل بالاستنباط وثانيها ان الاستنباط حجة وثالثها ان المعامى يجب عليه تقليد العلماء في احكام الحوادث ورابعها : ان النبي ﷺ كان مكلفا باستنباط الاحكام لانه تعالى امر بالرد الى الرسول والى اولى الامر (تفسير الكبير ۱۵۳/۳)

ترجمہ: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ قیاس شرعی جتوں میں سے ایک حجت شرعیہ ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد (الذین يستنبطونه منهم) "اولی الامر" کی صفت واقع ہے تحقیق اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جن کے پاس کئی امن کا معاملہ یا خوف کی کوئی بات پیش آئے اولی الامر کی طرف (اس معاملہ کی تحقیق کے بارے میں) رجوع کا حکم دیا اور اہل معرفت کی طرف رجوع خالی نہیں یا تو اس واقعہ میں نص موجود ہوگی یا نہیں، بصورت اول باطل (یعنی اس واقعہ کی معرفت میں رجوع جس میں نص موجود ہے) اس لئے کہ اس صورت میں استنباط باقی نہیں رہے گا کیونکہ جس سے کسی واقعہ میں نص مروی ہو کو اس کی بابت یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے حکم مستنبط کیا پس ثابت ہو گیا کہ اہل تعالیٰ نے مکلفین کو (تحقیق حال کے لئے) پیش آمدہ واقعہ کو اہل استنباط پر رد کرنے کا حکم دیا، اگر استنباط حجت شرعیہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مکلف کو اس رد کا حکم نہ دیتے پس ثابت ہو گیا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو (خود نفس) استنباط ہوگا یا استنباط کے تحت داخل ہوگا (بہر صورت) اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ درج ذیل امور پر دلالت کر رہی ہے۔

(۱) کہ بعض احکام وہ ہیں جو نص سے نہیں پہچانے جاتے بلکہ استنباط سے ثابت کیے

جائیں گے۔

(۲) کہ استنباط حجت شرعیہ ہے۔ (۳) کہ عام لوگوں پر احکام حوادث میں علماء کی تقلید واجب ہے۔ (۴) کہ آپ ﷺ احکام کو استنباط سے ثابت کرنے کے مکلف تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (پیش آمدہ واقعہ میں تحقیق کے لئے) رسول ﷺ اور اہل اجتہاد کی طرف رجوع کا حکم دیا۔

سوال:

مندرجہ بالا آیت میں (فصل ورحمت) سے کیا مراد ہے؟

کیا کسی ایک مفسر نے یہ کہا ہو کہ اس سے مراد لوگوں کا امور اجتہاد یہ میں حضرت رسول اکرم ﷺ اور حضرات مجتہدین رحمہم اللہ عالی کی طرف رجوع ہوتا ہے؟ اگر ہے تو حوالہ پیش کریں۔

جواب: جی ہاں حضرت علامہ آلوسی رحمہم اللہ عالی فرماتے ہیں :

والمراد من الفضل و الرحمة شيء واحد ای و لولا فضله سبحانه عليكم و رحمته بارشادکم الى سبيل الرشاد الذي هو الرد الى الرسول والى اولى الامر (روح المعاني ۹۵/۳)
ترجمہ: فضل اور رحمت سے ایک شے مراد یعنی اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتا بائیں طور کہ ہدایت کے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کرتا، وہ ہدایت کا راستہ جس میں رسول ﷺ اور حضرات مجتہدین کی طرف رد اور رجوع ہوتا ہے (یعنی امور اجتہاد یہ میں)

مقام رسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑتے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں اور صرف پہنچاتے ہی نہیں سکھاتے بھی ہیں۔ ان کی حیثیت معلم کی بھی ہے، وہ اپنے قول و فعل اور تقریر سے اس پیغام کی تشریح کرتے ہیں، وہ صرف مبلغ اور معلم ہی نہیں مبین بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کی مگرانی میں اس کی وحی کی تشریح کرتے ہیں، وہ قاضی اور حکم بھی ہیں کہ احکام الہیہ کو نافذ کرتے ہیں، ان کی پوری زندگی وحی کے مطابق و عملی ہونے کی وجہ سے پوری کائنات کے لئے اسوۂ حسنہ ہے، وہ دین کے ہر فیصلے میں معصوم ہیں، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی تھی کہ

اپنی پاک وحی کی تشریح اپنی مگرانی میں معصوم پیغمبر ﷺ سے کرا دی تاکہ بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھنے اور عمل کرنے میں کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو وہ حقوق بندگی پر رے اطمینان کے ساتھ ادا کر سکیں۔ لیکن شیطان جو اولاد آدم کو گمراہ کرنے کی قسم کھا آیا تھا اس نے کتنے ہی لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیا کہ اللہ اور بندوں کے درمیان رسول کا واسطہ یقیناً ہے، لیکن اتنا جتنا ڈاکیہ اور جھٹی رساں کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کا پیچھا اتنا اس کا کام ہے اور سمجھنا ہمارا اپنا کام ہے۔ وہ لوگ دین کے نام پر لوگوں کو بے دین کرنے لگے اور شیطان کے پیچھے لگ کر یوں کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ مخلوق ہیں اگر ان کے کلام کو بھی مان لیا تو گویا مخلوق کو اللہ کے برابر مان لیا اور یہ شرک ہے چنانچہ پیغمبر پاک ﷺ سے منہ موڑ کر اپنی دہشتی سطح کے موافق اور اپنی خواہشات نفسانی کے موافق ایک نیا اسلام گھڑ لیا اس نئے اسلام کو اللہ خالق کا اسلام اور اصلی اسلام کو رسول کا گھڑا ہوا اسلام قرار دیا اور اپنا نام الی قرآن رکھ لیا وہ لوگ اپنی ہر خواہش کو قرآن کا نام دیتے ہیں جن کا انگریز کے دور سے پہلے کوئی ترجمہ قرآن نہیں وہ قرآن کے مالک بن بیٹھے اور پوری امت کو رسول سمیت منکر قرآن قرار دیا جو لے بھالے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں یہ غلط ہے کہ اہل قرآن یا فرقہ ہے بلکہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہیں کبھی کہتے ہیں کہ جب قرآن سچا تو اہل قرآن ہے تم قرآن کو سچا مان کر اہل قرآن کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ پہلے (محاذ اللہ) قرآن کو جھوٹا کہو پھر اہل قرآن کو جھوٹا کہہ لینا جب اہل قرآن کی خرافات جیسے وہ قرآن کے نام سے پیش کرتے ہیں غلط ثابت کیا جاتا ہے تو فوراً یہ کہہ کر جان چھڑا جاتے ہیں ہم اس کو نہیں مانتے ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں اگر آج کے اہل قرآن کو ماننا ضروری ہوتا تو رسول پاک ﷺ کو بھی مان لیتے ان کو کیوں چھوڑتے اس طرح وہ شیطانی خرافات پھیلاتے بھی ہیں اور جان بھی بچاتے ہیں قرآن پاک نے خود اس طرز کو اتباع شیطان قرار دیا ہے نہ کہ اتباع قرآن۔

مجتہد کا مقام:

مجتہد شریعت دان اور ماہر شریعت ہوتا ہے اور اس مہارت کی وجہ سے قرآن کریم اور

احادیث مبارکہ کے وہ گہرے اور مخفی مسائل جو ابتداء سے ان میں موجود ہیں اور ہر گس و ناگس کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچتا کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے شریعت ساز نہیں ہوتا مجتہد اگرچہ معصوم نہیں ہوتا لیکن مطلقاً بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اجتہاد پر کوئی طعن کرے کیونکہ وہ اپنے ہر اجتہاد میں مایوس ہوتا ہے اگر وہ صواب کو پالے تو دواجر کا مستحق ہے ورنہ ایک کا (کما فی حدیث البخاری) یہ مقام امت میں مجتہد کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں کہ اس کی خطا پر اجر کا وعدہ ہو۔

الحاصل: یہی دو ہمتیاں (رسول اللہ ﷺ اور مجتہد) دین میں تحقیق، تشریح اور تفصیل کی حق دار ہیں اور دین کی راہ سے وار ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی ہے کہ تحقیق اور اجتہاد کا بوجھ ہم جیسوں ضعیفوں کے کندھوں پر نہیں ڈالا بلکہ مجتہدین کی تحقیق پر عمل کرنے کا حکم دے کر ایک طرف دین کو نااہلوں کی تحریف سے بچا لیا دوسری طرف ہمیں اطمینان ہے کہ مجتہد کی رہنمائی میں کیا ہوا عمل یقیناً اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہے اور ایک اجر کا بھی پکا یقین ہے اور دوسرے اجر کی اس کی رحمت واسعہ سے امید ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی کی بھی بعض لوگوں نے قدر نہ کی اور مجتہدین سے بغاوت کر کے اپنی کم فہمی اور کج فہمی سے دین کی نئی تشریحات شروع کر دیں، مجتہد کے بارے میں اللہ اور رسول ﷺ نے یہی بتایا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا مسئلہ ہی بتاتا ہے لیکن ان حضرات نے اس کے خلاف یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مجتہد اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے خلاف مسئلے بتاتے ہیں۔ مجتہد کی تقلید شرک فی المرسلہ ہے تمام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مشرک ہیں۔ ائمہ کرام نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر اپنی اپنی حدیث نفس کا اتباع شروع کر دیا اور نام اہل حدیث رکھ دیا اور اپنے بھائیوں کی طرح کہنے لگے کہ اہل حدیث یا فرقہ نہیں جب سے حدیث ہے اس وقت سے اہل حدیث ہیں۔

نا اہل کا مقام:

نا اہل چونکہ کتاب و سنت کی تحقیق کا اہل نہیں ہوتا اس لئے اس کا مقام، اہل کی تقلید کرنا ہے،

تذکرہ دین کی غلط تشریح کرتا۔

رسول اللہ ﷺ سے کسی سائل نے قیامت کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ سائل نے عرض کیا: حضرت! امانت کس طرح ضائع ہوتی ہے؟ فرمایا: جب کوئی امر، نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کر (بخاری: ۱۴۸۱)

آپ ﷺ نے کس عالمگیر حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے! بتائیے... کیا جب اکثری حقے وکیل لکھنا شروع کر دیں تو اکثری پر قیامت نہ آگئی؟ جب سونے کی جانچ سناہروں کی بجائے کبار کرنے لگیں تو قیامت نہیں آجائگی؟ اسی طرح جب دین کی تشریحات نااہل کریں گے تو کیا دین پر قیامت نہ آئے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین کا علم (کتاب و سنت کے الفاظ) نہیں اٹھایا جائے گا (بلکہ الفاظ کتاب و سنت یہی رہیں گے) مگر اس کے علماء اٹھائے جائیں گے، یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہے گا تو لوگ ناواقفوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے (صحیح بخاری)

دین کے اصل علماء، مجتہدین ہی ہوتے ہیں، بعد کے علماء ناقل ہیں۔ جو نااہل ہو کر خود اجتہادی پر اتر آتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اگرچہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس گمراہی کا نام خوبصورت سا رکھ لیا جائے، جیسے انکار حدیث کی گمراہی کا نام "اہل قرآن" رکھ لیا گیا۔ صرف نام بدلنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔ کیا تحریف القرآن کا نام "تفہیم القرآن" رکھنے سے حقیقت بدل گئی؟ تیسرا بازی کا نام "تحفید صالح" رکھنے سے حقیقت بدل گئی؟ نہیں... ہرگز نہیں... جس طرح اہل قرآن پر فاسق و فاجر کو قرآن کے سمجھنے سمجھانے کا حق دیتے ہیں مگر نبی مصوم ﷺ سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں، اسی طرح اہل حدیث پر فاسق و فاجر، ہر جاہل، کندہ و تاراش کو اجتہاد کا حق دیتے ہیں مگر ائمہ مجتہدین جن کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے اور وہ یقیناً اپنے ہر فیصلے میں ماجر ہیں، ان سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں۔ اہل قرآن و اہل حدیث کا ایک ہی

مشن ہے کہ لوگ نبی مصوم اور مجتہد ماجور کو چھوڑ کر جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں، جو خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔

غلطی نمبر ۲ کا بطلان:

قاریین کرام! ہر قسم کے اختلاف کو منکرات و گمراہی اور حق و باطل کا اختلاف کہنا بذات خود بہت بڑی گمراہی ہے اور متعدد باطل نظریات کا پیش خیمہ ہے ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

اقسام اختلاف:

اختلاف کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ دین میں اختلاف، اس کو اسلام اور کفر کا اختلاف بھی کہتے ہیں۔ ۲۔ سنت اور بدعت کا اختلاف، یعنی ایک جانب اہل سنت و الجماعت ہوتے ہیں اور دوسری جانب اہل بدعت و الھواء ہوتے ہیں۔ ۳۔ اجتہادی اختلاف، یعنی ایک مجتہد فروعی مسائل میں سے ایک مسئلے کا جو حکم بتاتا ہے دوسرا مجتہد اس کے خلاف بتاتا ہے۔

اختلاف کی پہلی قسم کی تفصیل:

دین میں اختلاف یہ اسلام اور کفر کا اختلاف ہے تمام ضروریات دین کو ماننا ایمان اور اسلام ہے اور کسی ایک امر ضروری کا انکار یا تاویل باطل کرنا کفر ہے۔

مثال: عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتا تو وہ انکار کی وجہ سے کافر ہے اور اگر کوئی کہے کہ میں خاتم النبیین تو مانتا ہوں لیکن خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں، بلکہ اس کا معنی ہے "نبی کریم" یعنی آپ ﷺ مہر میں لگا لگا کر سننے نبی بتایا کرتے تھے تو یہ بھی کافر ہے تاویل باطل کی وجہ سے۔

ضروریات دین کا مطلب:

ضروریات دین وہ امور و رویے ہیں جن کی انفس اور دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت اور معنی پر دلالت دونوں قطعی اور یقینی ہوں اور ان امور کا دین میں سے ہونا ہر اس شخص کو معلوم ہو جس کا تصور ابست

دین سے تعلق ہو۔

تنبیہ:

ضروریات دین میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے ان میں اختلاف صرف ضدی اور معاند و ہت دھرم ہی کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وھدیناہ النجیدین (البلد) اور ہم نے انسان کو دونوں راستے بتائے ہیں یعنی جنت کا راستہ جس کو دین اسلام کہا جاتا ہے اور جہنم کا راستہ جس کو کفر کہا جاتا ہے دونوں اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں۔

قارئین کرام! غور کر کے فیصلہ کیجیے جب بتانے والے اللہ تعالیٰ ہیں تو پھر کس منہ سے ہم کہیں گے کہ ہیں جنت و جہنم کے راستہ کا پتہ نہیں چلتا کیا اللہ تعالیٰ سے بہتر وضاحت اور کھول کر بیان کرنے والا کوئی اور ہو سکتا ہے؟

برادرانِ محترم: ہمارا امتحان اس میں نہیں لیا جا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت و جہنم کے راستوں کو مخفی اور گول مول بیان کر کے ہمیں چکر میں ڈال دیا ہو کہ کوشش اور ریاضت سے معلوم کرتے رہو جس کو معلوم ہو جائے وہ کامیاب و ورنہ ناکام۔ بلکہ ہمارا امتحان اس میں لیا جا رہا ہے کہ ہم نے صاف صاف کھول کر جنت کا راستہ بھی بتایا ہے اور جہنم کا بھی، اب تیرا امتحان ہے کہ تو کس راستہ پر چلتا ہے جو جنت کے راستے یعنی دین اسلام پر چلے گا کامیاب ہوگا اور جو شیطان اور نفس کے بہکانے سے جہنم کے راستے یعنی کفر کو اختیار کرے گا ناکام ہوگا۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں راستوں کا بیان یوں فرمایا ہے لھلمھاف جودھا وتقوھا (الشمس) پھر اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو فوراً یعنی جہنم کا راستہ اور تقویٰ یعنی جنت کے راستہ کا الہام کیا یعنی بتا دیا کہ یہ جنت کا راستہ ہے اور یہ جہنم کا راستہ۔

اختلاف کی دوسری قسم کی تفصیل:

یعنی سنت اور بدعت کا اختلاف، اسکی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے والوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں بہتر فرقے ہوں گے بہتر ان میں سے

دورنجی ہوں گے اور ایک جنتی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ما انا علیہ واصحابی" یعنی وہ فرقہ جس کا طریقہ میری سنت کے موافق اور میرے صحابہ کی چال چلن کے مطابق ہو (امثلہ دس ۳۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بہتر فرقے سب کے سب دین محمدی میں داخل ہونے کی وجہ سے محمدی ہیں مگر نجات پانے والے صرف سنی محمدی ہیں۔

تائید از مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد صاحب:

جناب نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ دائرہ محمدیت میں مرزائی بھی شامل ہیں۔ لکھتے ہیں اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطہ محمدیت پر جو درجہ ہے والدین معد کا سب شریک ہیں (الی قولہ) مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے ان کو بھی اس میں شامل سمجھتا ہوں (اخبار اہل حدیث ۱۶ اپریل ۱۹۱۵: اخبار تجلیات مقررہ ۲۶/۲/۱۳۶۲)

دلچسپ واقعہ اور وضاحت حدیث:

حضرت مولانا منصور علی صاحب فرماتے ہیں ہم کو ایک نئے بگڑے ہوئے لاندہب سے ملاقات کا اتفاق ہوا تو ہم نے پوچھا کہ آپ کا کون سا مذہب ہے جواب دیا محمدی ہم نے کہا سبحان اللہ! یہ تو سوال از آسمان جواب از زمین ہوا ہم کو دین محمدی پوچھنا مقصود نہیں ہم تو مذہب پوچھتے ہیں اور دین و مذہب میں تو استمالاً عام خاص کا بڑا فرق ہے جب آپ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور ہمارے اسلام کا اسلامی جواب دیا اور نام اپنا مسلمانوں کا سنا دیا تو ہم کو آپ کا محمدی ہونا معلوم ہوا ہاں اگر ہمیں آپ کا اہل اسلام سے ہونا معلوم نہ ہوتا اور گمان ہوتا کہ شاید آپ یہودی یا عیسائی ہیں تو اس کے جواب میں آپ کا محمدی فرمانا صحیح ہوتا (جو بات ہمیں پہلے سے معلوم تھی وہ ہمارے بغیر پوچھتے ہمیں بتا دی اور جو ہم معلوم کرنا چاہتے تھے وہ پوچھنے پر بھی نہ بتائی) پھر ہم نے پوچھا آپ نے کچھ علم معانی اور بیان پڑھا ہے تاکہ آپ کو بات سمجھنے اور سمجھانے کا سلیقہ ہو۔ جواب دیا یہ دینی علوم نہیں بلکہ بدعت ہیں کیونکہ پڑھنا

ہم نے کہا ہے ہم کو آپ کے پہلے بے محل جواب ہی سے آپ کا مبلغ علم معلوم ہو گیا تھا، اب ان علوم کا بدعت کہنے سے مزید علم ہو گیا :

پہلے ہی سے نہ ان کی قسمی کچھ قدر منزلت مضمون خط نے اور ڈھودی رہی تھی

پھر کہا کہ مذہب پوچھنے سے آپ کا کیا مقصود ہے اور آپ کی کیا غرض ہے؟ ہم تو اہل حدیث سے ہیں، حدیث کے موافق ہم سے سوال کیجئے پھر جواب لیجئے ہم نے کیا حدیث شریف سننے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے میری امت میں ۷۳ فرقے ہوتے ہوتے ۷۲ ان میں سے دوزخی ہیں اور ایک جنتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وہ فرقہ جس کا طریقہ میری سنت کے موافق اور میرے صحابہ کے چال چلن کے مطابق ہو، اور وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ ہم نے جو آپ سے پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے تو ہمارا مطلب یہ تھا کہ آپ جبری، قدری وغیرہ دوزخی فرقوں میں سے ہیں یا حنفی، مالکی، شافعی وغیرہ جنتی فرقوں میں سے؟ تاکہ حق و باطل، ناجی و ناری میں فرق ہو جائے اور لفظ محمدی سے ہمارا مقصود حاصل نہ ہوا کیونکہ ۷۳ فرقے سب محمدی ہیں۔ آپ کا محمدی ہونا ہمیں معلوم ہے یہ معلوم نہیں کہ دوزخی محمدی ہیں یا جنتی محمدی؟ کیونکہ ناجی جماعت کے، باتفاق علماء اہل السنۃ چار مذہب ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اب لاندہب صاحب سے کوئی جواب بن نہ آیا تو گھبرا کر بول اٹھے کہ ہم اور ہمارے سب باپ دادا حنفی المذہب تھے لیکن ہم نے ایک لاندہب کے بہکانے سے اپنا نام محمدی رکھا (جیسے مرزائیوں نے مرزا کے بہکانے سے اپنا نام احمدی رکھا)، تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ ہم سے اس نے اس طرح پوچھا کہ تم مکہ کس کا پڑھتے ہو؟ ہم نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ کہا شاہاش۔ پھر پوچھا قبر میں منکر نکیر نبی کا نام پوچھیں گے تو کیا بتاؤ گے؟ ہم نے کہا: محمد رسول اللہ ﷺ۔ کہا: آفرین، جزاک اللہ۔ جب دنیا میں، برزخ میں اور آخرت میں جس نام سے تمہاری مخلوق اور نبات ہوگی، بڑا افسوس ہے کہ اس کو چھوڑ کر تم حنفی بن گئے؟ بندہ خدا! محمدی بن جاؤ اور کوئی مذہب تم سے پوچھے تو یہی بتاؤ۔ پس میں اس روز سے اپنے آپ کو محمدی کہنے لگا۔

لیکن اس لطیف نکتہ کو نہ سمجھا کہ واقعی محمدی کے کہنے سے سوائے ایضاح واضح اور اعلام معلوم کے کچھ فائدہ نہیں اور نہ سائل کو اس جواب سے تسکین ہو سکتی ہے، بلکہ یہ جواب سوال کے منافی ہے۔ اب میں خوب سمجھ گیا کہ حنفی ہرگز محمدی کے منافی نہیں بلکہ حنفی محمدی ہی ہے (جیسے پنجابی پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ پنجابی پاکستانی ہی ہے) بخلاف اس کے کہ محمدی کہنے میں قباحت اشتراک فرق باطلہ (۲ دوزخی فرقوں) سے ہونے کا امتیاز فرقہ حق کا پیہ بھی نہیں لگتا۔ (فتح المبین ص ۳۷۱) اس کتاب پر عرب و عجم کے ۲۶۶ علماء کی مہریں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلد کے لئے لاندہب کا لفظ عرب و عجم کے علماء کا رجسٹرڈ ہے۔ (تجلیات صفحہ ۲ ص ۵۶)

الحاصل دوسرا اختلاف دائرۃ اسلام میں سنت اور بدعت کا اختلاف ہے۔ یہاں ایک اہل السنۃ والجماعۃ اور سواد اعظم ہے اور باقی ۷۲ فرقے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے سے کٹنے کی وجہ سے فرقہ کہلائے۔

اہل بدعت اور اہل سنت کی پہچان :

اہل سنت وہ لوگ ہیں جو مقام ضروریات اہل سنت کو مانتے ہیں، ان میں سے ایک کا انکار کرنے والا بھی اہل سنت سے خارج ہوتا ہے، اور اہل بدعت فرقوں شامل ہو جاتا ہے۔ جس نے تقدیر میں اہل سنت کے عقیدے کی غلط تاویل کی تو وہ اہل سنت نہ رہا بلکہ اہل بدعت اور قدریہ فرقے میں شامل ہو گیا۔ اور جس نے عقیدہ عذاب قبر میں غلط تاویل کر دی، وہ اہل بدعت اور معتزلہ فرقہ میں شامل ہو گیا۔

تیسرے اختلاف کی تفصیل :

یعنی اجتہادی اختلاف، یہ اختلاف اہل سنت میں دائر ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے نہ فرقے بنتے ہیں اور نہ ہی یہ حق و باطل اور جنت و جہنم کا اختلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں باوجود اتفاق عقائد کے فروع میں اختلاف ہوتا تھا۔ کیا اس فردی اختلاف کی وجہ سے ان کو اہل حق سے نکال کر دوزخی فرقوں میں کوئی (بد نصیب) داخل کر سکتا ہے؟

سوال :

مجتہدین ماجور ہوتے ہیں یا مطعون کہ ان کو برا بھلا کہا جائے؟

جواب :

مجتہدین حضرات رحمہ اللہ صحیح حدیث رسول ﷺ کے مطابق ہر صورت میں ماجور ہیں۔

عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سمع رسول اللہ ﷺ يقول : اذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله أجران و اذا حكم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر (بخاری ۱۰۹۲۲، مسلم ۷۶۲۰)

یعنی جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلے پر پہنچ جائے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو ایک اجر کا مستحق ہے۔ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ مجتہد معصوم تو نہیں ہوتا کیونکہ اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہے مگر وہ مطعون بھی نہیں ہوتا کہ اس پر زبان طعن و راز کی جائے بلکہ مجتہد کے لئے ہر حال میں اجر و ثواب موجود ہے خواہ وہ اجر کا مستحق ہو یا ایک اجر کا۔

قارئین کرام ! جس کو اللہ تعالیٰ اجر دے رہا ہے ان پر اعتراض کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ مجتہد کا ذرہ برابر بھی نقصان نہیں۔

جنت کے قافلے :

الحاصل ہر مجتہد جنت کے قافلے کا سردار اور اس کا امیر ہے۔ مسلمانان عالم ان کی رہنمائی میں جنت کی طرف رواں دواں ہیں۔ برادران محترم ! اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہدین کا اختلاف جنت و دوزخ اور ایمان و کفر اور حق و باطل کا اختلاف نہیں کہ ایک مجتہد کے قافلے کو جنت اور حق کا قافلہ کہا جائے اور دوسرے مجتہد کے قافلے کو دوزخ اور باطل کا قافلہ کہا جائے۔ کیونکہ دوزخ اور باطل کی طرف رہنمائی کرنے والے کو ہرگز اجر نہیں ملتا۔ جبکہ یہاں حدیث مبارک میں ہر صورت میں اجر کا وعدہ ہے۔

سوال :

حدیث میں حاکم کا ذکر ہے جس سے حکمران مراد ہیں اگر کسی نے اس سے مجتہد مراد لیا ہو تو ثبوت پیش کیا جائے۔

جواب :

حدیث میں حاکم سے مجتہد اور ایسا عالم جو حکم اور استنباط کی اہلیت رکھتا ہو، کو مراد لینے کا پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اور خود غیر مقلدین نے بھی اس حدیث کو دیکھ کر بادل تا خواست اجتہادی مسائل کا اقرار کیا ہے۔

(۱) اجماع مسلمین :

قال الامام النووي رحمه الله تعالى : قال العلماء : اجمع المسلمون ان هذا الحديث في حاكم عالم اهل للحكم فان اصاب فله اجران ، اجر باجتهاده و اجر باصابته ، و ان اخطأ فله اجر باجتهاده قالوا : فاما من ليس باهل للحكم فلا يحل له فان حكم فلا اجر له بل هو آثم لا ينفذ حكمه سواء وافق الحق أم لا ، لأن اصابته اتفاقه ليست صادرة عن أصل شرعي ، فهو عاص في جميع احكامه سواء وافق الصواب أم لا ، و هي مردودة كلها لا يعذر في شيء من ذلك (النووي شرح مسلم ۷۶۲۴، قدیمی مکتب خانہ)

یعنی حضرات علماء کرام رحمہ اللہ صحیح حدیث سے فرمایا ہے کہ سب مسلمانوں کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اس حدیث میں حاکم سے مراد ایسا عالم ہے جس میں حکم، فیصلہ اور استنباط کی اہلیت و صلاحیت ہو، پس اگر یہ صحیح فیصلے تک پہنچ جائے تو اس کے لئے دو اجر ہیں، ایک اجتہاد کی وجہ سے اور ایک صحیح حکم پہنچنے کی وجہ سے۔ اور اگر اس سے خطا ہو جائے تو بھی اس کو اجتہاد کی وجہ سے ایک اجر ملتا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ شخص جس میں فیصلے اور استنباط کی اہلیت نہیں اس کے لیے اجتہاد و استنباط جائز نہیں، اگر باوجود نااہلی ہونے کے اس نے اجتہاد کر کے کوئی فیصلہ کیا اور مسئلہ بتایا تو اس کو اجر نہیں

ملے گا بلکہ اس کی وجہ سے گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا خواہ حق کے موافق ہو یا مخالف، اس لیے کہ اس کا صحیح بات کہنا ایک اتفاقی امر ہے کسی شرعی اصول پر مبنی نہیں لہذا یہ نا اہل تمام فیصلوں اور مسکوں کے بنانے سے گناہ گار ہوگا خواہ وہ حق کے موافق ہو یا نہ ہو، اور اس کے یہ تمام فیصلے مردود ہوں گے اور اس کو کسی بھی بات میں معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس نے اگر ایک مسئلہ صحیح بتا دیا ہے تو ۱۰۰ اسکے غلط بتائے گا، کیونکہ ہے تو یہ نا اہل۔ اور جس طرح نا اہل ڈاکٹر علاج کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے اگرچہ اس کے علاج سے کسی کو شفا بھی ہو جائے۔ اسی طرح غیر مجتہد اور نا اہل پر قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے پر پابندی ہے، لہذا خلاف ورزی کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اس کا کوئی مدد نہ سنا جائے گا۔ (حضرت مولانا مفتی احمد)

(۲) غیر مقلد مولانا عبدالعزیز نورستانی کا فیصلہ :

مولانا نورستانی صاحب نے بندہ کے ایک خط کے جواب میں صاف اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث اجتہادی مسائل سے متعلق ہے، اجتہادی مسائل کا انکار اس حدیث کا انکار ہے۔ جناب نورستانی صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں :

”حاشا وکلا الحمد یوں نے کبھی اجتہادی مسائل سے انکار نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
”اذا حکم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد ثم اعطا فله اجر“

الحمد ریث اس حدیث کے ہوتے ہوئے اجتہادی مسائل سے کب انکار کر سکتے ہیں جبکہ ان کا دعویٰ عمل بالحدیث ہے۔“

تنبیہ :

جناب نورستانی صاحب کا یہ موقوف اس کے اپنے لیٹر بیڑ پر لکھا ہوا بندہ کے پاس محفوظ ہے۔ یہ خط برادر مقرر الدین (پشاور والے) کے واسطے سے بندہ کو وصول ہوا ہے۔ جو صاحب تصدیق کرتا چاہیں وہ خود بندہ سے مل کر اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جتنے علماء مجتہدین گزرے ہیں جیسے امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ کوئی، امام اہل احمد بن حنبل، امام داؤد، ظاہری امام سفیان ثوری، امام ابو زاعی، امام اسحاق بن راہویہ، امام بخاری، امام اہلب، امام سہون، امام ابن المبارک، امام ابن شبرہ، امام ابن ابی لیلی، امام کعب، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام مزنی، امام طحاوی، امام ابو ثور، امام ابن منذر، امام بیہق بن سعد، امام ابن تیمیہ، امام ابن جریر طبری، امام شوکانی، ان سب لوگوں کے لیے ہر ایک مسئلہ اختلافی میں اجر اور ثواب ہوا ہے گو ان سے خطا ہو اور غلطی ہوئی ہو اور اس وجہ سے ہر ایک مجتہد اور امام کا احسان ماننا چاہئے کہ انہوں نے خدا کے واسطے دین میں کوشش کی اور ان کی برائی اور بدگوئی سے باز رہنا چاہئے، راضی ہو اللہ ان سب بزرگوں سے آمین یا رب العالمین (رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۷)

الحاصل : اس حدیث میں آپ ﷺ نے ہر مجتہد کو ماحور فرمایا ہے اور اس پر سب کا تقریباً اتفاق ہے کہ اس حدیث میں حاکم سے جاہل اور ان پڑھ حاکم مراد نہیں جیسے فی زمانہ بھرانہ ہیں۔ بلکہ حاکم سے مراد وہ شخص ہے جو عالم ہو اور عام بھی نہیں بلکہ اس میں حکم اور فیصلے کی اہلیت ہو یعنی قرآن و احادیث مبارکہ میں غور و فکر کر کے مسائل نکال سکتا ہو۔

فروغی اور اجتہادی اختلاف کو گمراہی کہنا، گمراہی ہے ! :

اجتہادی اور فروغی مسائل میں اختلاف احادیث مبارکہ، آثار صحابہ و تابعین سے ثابت ہے لہذا اس اختلاف کو گمراہی کہنا احادیث و آثار کا انکار اور گمراہی ہے۔

اجتہادی اور فروغی مسائل میں اختلاف کو مذموم سمجھنے کے نقصانات :

اجتہادی اور فروغی مسائل میں اختلاف حدیث کی رو سے محمود ہے اس کو مذموم اور حق و باطل اور جنت و جہنم کا اختلاف سمجھنا درج ذیل نقصانات اور باطل نظریات کا پیش خیمہ ہے۔

(۱) افتراق امت کا نقصان :

جب تک امت اجتہادی اور فروعی اختلاف کو مذموم نہیں سمجھتی تھی تو اختلاف کے باوجود ان میں اتحاد اور محبت تھی، دیکھئے صحابہ کرام ؓ اور تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین و مفسرین ؓ کے درمیان درجنوں اور سینکڑوں فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کے باوجود اتحاد اور محبت کا پایا جانا اس کی واضح دلیل ہے کہ وہ حضرات اجتہادی اختلاف کو محمود، اچھا اور موجب اجر سمجھتے تھے۔ اسے ہر محترم گزشتہ و باطل اور جنت و جہنم کا اختلاف نہیں گردانتے تھے۔

اس کے برخلاف جب سے یہ غالی فرق غیر مقلدین پیدا ہوا ہے، جنہوں نے اس اجتہادی اور فروعی اختلاف کو کفر و اسلام، حق و باطل اور جنت و دوزخ کے اختلاف کا درجہ دیا ہے، اس وقت سے اہل اسلام میں افتراق، اعتقادات اور ایک دوسرے کے خلاف خطرناک فتویٰ سامنے آ رہے ہیں۔ کمالاً بخفی (۲) ضلالت صحابہ ؓ کا نظریہ :

جب اس اجتہادی اختلاف کو حق و باطل کا اختلاف کہا جائے گا تو اس کا لازم نتیجہ یہ ہوگا کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین ؓ میں سے بعض حق پر تھے اور بعض باطل پر، بعض جنتی تھے اور بعض (نعوذ باللہ) دوزخی تھے کیونکہ اجتہادی اختلاف ان حضرات میں بھی تھا۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں....

صحابہ و تابعین و من بعدہم ؓ میں اختلاف کی چند مثالیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جہر و سر میں اختلاف

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

والعمل علیہ (ترك الجهر بالتسمية) عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبی

ؓ منهم ابو بکر و عثمان و علی و غیرہم من بعدہم من التابعین ؓ۔

یعنی خلفاء راشدین و غیرہ صحابہ و تابعین ؓ آہستہ بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے جہری

نمازوں میں۔

اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے جہر کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں :

وقد قال بهذا (بالجهر بالتسمية) عدة من اصحاب النبی ؓ منهم ابو ہریرہ و

ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر و من بعدہم من التابعین رأوا الجهر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

یعنی یہ چند صحابہ ابو ہریرہ، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ان کے بعد تابعین ؓ جہری

نمازوں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بلند آواز سے کہنے کے قائل تھے۔ (جامع الترمذی ۱۵۷)

تتبعیہ :

راجع قول آہستہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کا ہے۔

دلیل :

اجماع اکثر اهل العلم من الصحابة و الخلفاء الراشدين ؓ

(۲) سلام کے ایک اور دو ہونے میں اختلاف :

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

و علیہ (علی التلیمین) اکثر اهل العلم من اصحاب النبی ؓ و التابعین و من

بعدہم

یعنی صحابہ و تابعین اور تبع تابعین ؓ میں سے اکثر اہل علم نماز کے آخر میں دو سلام کے قائل تھے۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک سلام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :

و رأى قوم من اصحاب النبی ؓ و التابعین و غیرہم تسلیمة واحدة فی المكتوبة

یعنی آپ ؐ کے صحابہ اور تابعین و من بعدہم ؓ میں سے ایک جماعت فرض نماز میں

صرف ایک سلام کی قائل ہے (جامع الترمذی ۱۶۶)

تتبعیہ :

راخ قول دو مسلمانوں کا ہے۔

ویل :

صحابہ و تابعین و سن بعد ہم ۱۰۰ کی اکثریت کا اجماع ہے۔

(۳) ضلالت اکابر علماء غیر مقلدین :

کارنٹین کرام انام نہاد اہل حدیث نے اجتہادی اختلاف کی بناء پر احمد مجتہدین پر امت میں پھوٹ ڈالنے کا مددگار ٹھہرایا ہے۔ اب ذرا خود ان کے مابین چند علین قسم کے اختلاف کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں اور پھر ان سے پوچھیے کہ جناب! آپ کے ان اکابر میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ اور کیا یہ حضرات امت میں پھوٹ ڈالنے کے مجرم نہیں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے دعویدار اختلاف کا شکار ہو گئے؟

اوروں کی کیا پڑی ہے اپنی نیز تو

غیر مقلدین میں اختلاف کی مثالیں :

(۱) مردے سنتے ہیں یا نہیں :

غیر مقلدین کے شیخ الفل سید نذیر حسین دہلوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری دونوں مردوں کے سامع کے منکر ہیں جبکہ علامہ وحید الزماں (غیر مقلدوں کے مترجم اعظم) اپنے تمام نام نہاد اہل حدیثوں کا مذہب یہی سامع کا بتا رہے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۳۵، پر سامع موتی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، ”جواب صورت مذکورہ کا یہ ہے کہ مردہ کلام نہیں سنتا اور نہ اس میں لیاقت سننے کی ہے جیسا کہ اس پر قرآن مجید شاہد عدل ہے۔ اسی طرح کا جواب فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۹، پر بھی ہے۔“

علامہ وحید الزماں غیر مقلد نزل الابرار ج ۲ ص ۳، پر لکھتے ہیں، ”و لیس لادی الاموات

عند قبورهم يمكن ان يسموا لأن الاموات لهم سماع عند أصحابنا أهل الحديث،
صرح به الشيخان“

ترجمہ : اگر مردوں کو ان کی قبروں کے پاس پکارے تو ان کا سنا ممکن ہے کیونکہ ہمارے اصحاب کے ہاں ان کے لئے سماع ثابت ہے۔

(۲) مسلمان مردہ کی ہڈیاں قابل احترام ہیں یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد قبر سے ایک مردے کی ہڈیاں نکال کر اس کی جگہ دوسری میت دفن کرنے کے قائل ہیں جبکہ ابو سعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد اس کے منکر ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۳۹، پر قبر میں مردہ کی ہڈی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں : ”ایسی جگہ دفن کرنا منع نہیں ہڈی نکال کر مردہ دفن کر دیں۔“

ابو سعید شرف الدین دہلوی حوالہ بالا پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ”مسلم مردہ کا احترام لازم ہے، لہذا مسلم کی ہڈیوں کو یونہی رہنے دیا جائے اور دوسری قبر بنا کر دوسرے مردے کو دفن کر دیں۔“

(۳) امام کو رکوع میں یا نے والا، رکعت یا نے والا ہے کہ نہیں؟ :

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد رکوع میں ملنے والے مقتدی کو رکعت پانے والا شمار کرتے ہیں، جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد اس کو رکعت پانے والا نہیں سمجھتے۔

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۵۴، پر لکھتے ہیں : ”ہاں مدرک رکوع، مدرک رکعت ہے..... فریق اول (جو مدرک رکعت نہیں مانتے) نے قیام و فاتحہ کو ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہیں، مدرک رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے بلکہ جو احادیث اس بارے میں وارد ہوتی ہیں ان کو ضعیف اور کمزور کھنکھال دیتے ہیں۔ لیکن میں اس امر کا قائل نہیں اور میرا ایمان تو یہ تھا ضامنیں کرتا کہ میں نبی ﷺ کے اقوال کو متفاد قرار دے کر دوسرے کو

سرے سے انہی دوں، چنانچہ جو احادیث نبی ﷺ سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔۔۔۔۔

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاویٰ ثنائین ۱/۵۳، پر لکھتے ہیں: ”چونکہ تکام قسوا لہ فانتین (القرآن) اور تکام لا صلوة الا بفاتحة الكتاب (الحديث) قرأت فاتحہ ضروری ہے اور رکوع کی حالت میں دونوں چیزیں میسر نہیں ہوتیں، فاکل کے پاس کوئی آیت یا حدیث ایسی ہو جس سے استثناء جائز ہو سکے تو ہم بخوشی اسے منہ کو تیار ہیں۔“

(۳) ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟
مولانا ثناء اللہ غیر مقلد ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے پیچھے نماز کے درست ہونے کے قائل ہیں، جبکہ ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد اس پر شدت سے انکار کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد فتاویٰ ثنائین ج ۱ ص ۴۳۲، پر ارکان میں کوتاہی کرنے والے امام کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ”حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک وقت آئے گا امام نماز کو خراب کریں گے، فرمایا: مسلمانوں میں ملے رہنا ان کی خرابی ان کی گردن پر ہوگی، تم طہچہ نہ ہونا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حتی المقدور جماعت کے ساتھ مل کر ہی نماز پڑھنی چاہئے۔“
ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد حوالہ بالا پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”نہیں۔۔۔ نہیں، ہرگز ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔“

(۵) عدت میں عورت کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟
مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک معتدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں نکاح صحیح نہیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب معتدہ بالترتیب کے ساتھ نکاح کرنے والے کے متعلق جواب دیتے ہیں

”صورت مرقومہ میں نکاح جائز ہے حمل کے ظاہر ہونے سے یا اس کے استطاق سے نکاح صحیح نہیں ہوتا“ (۱/۵۵۵)۔
اسی جواب کے نیچے مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
تکلم و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن الایۃ یہ عدت کے اندر نکاح کیا گیا جو ہرگز صحیح نہیں پس دوبارہ نکاح کرنا لازم ہے (فتاویٰ ثنائین ۲/۳۳۰)

(۶) بیمار پر بعد صحت روزہ رکھنا واجب ہے یا نہیں؟

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک بیمار اگر فوت ہو گیا تو روزے معاف ہیں اور اگر صحت یاب ہوا تو روزہ کے علاوہ فدیہ بھی دے سکتا ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں صحت کی صورت میں بھی بیماری کی وجہ سے چھوڑے گئے روزہ معاف نہیں بلکہ میت کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا اور تندرست ہونے کی صورت میں فدیہ دینا جائز نہیں بلکہ بہر صورت روزہ ہی رکھے گا۔ ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔۔

مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں: ”اگر لڑکا بیماری ہی میں مر گیا تو روزے معاف ہیں اگر اچھا ہو کر اس نے روزے نہیں رکھے تو فی روزہ ایک مسکین کا کھانا کھلا دیں۔“
اور اس مسئلہ پر تعاقب کرتے ہوئے مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب رقم طراز ہیں: ”یہ صحیح نہیں ہے۔ بعد صحت روزے ہی رکھے ہوں گے اور اگر قبل صحت مر جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے“ (فتاویٰ ثنائین ۱/۵۵۸)

(۷) رخصتی سے پہلے شوہر فوت ہو جائے تو بیوی کو مہر آدھا ملے گا یا پورا؟
مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد کے نزدیک آدھا مہر ملے گا جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے نزدیک پورا مہر ملے گا۔ ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔۔

اس نزدیک شادی ہندہ سے ایک سال کا عرصہ ہوا ہوئی تھی لیکن رخصتی نہ ہوئی، زید کا انتقال ہو گیا آیا ہندہ مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟

ج: (از مولانا ثناء اللہ) بندہ نعت مہر کی مستحق ہے حکم قرآن مجید فصف ما لم یرضم۔
مولانا ابوسعید صاحب جواب مذکور پر گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ کیسے صحیح ہو سکتا
ہے؟ اس لئے کہ سوال میں متوفی عنہا کا ذکر ہے اور جواب میں مطلقہ کا۔ ملاحظہ ہو آیت تحولہ بالا و ان
طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الآية (ب
۲ ع ۱۵) لہذا صورت مرقومہ میں پورا مہر لے گا کما تقدم فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۳۳۷)

(۸) عورت ماہواری کے دنوں میں قرآن پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ :

علامہ وحید الزمان صاحب غیر مقلد کے نزدیک حائضہ کے لئے قرآن پڑھنا جائز نہیں جبکہ
مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ حائضہ قرآن کریم نہیں پڑھ سکتی۔

علامہ وحید الزمان فرماتے ہیں: "بمضی صلوٰۃ و صوما.... و قراءۃ القرآن و
مسہ بلا غلاف (کثیر الحقائق ص ۱۵، حکذا فی عرف الجنادی ص ۸۵)

نیز نزول الابرار میں فرماتے ہیں: و یحرم علی ہولاء تلاوة القرآن بقصد التلاوة
ولو دون آية و قال بعض اصحابنا لا یحرم كذلك من المصحف (۲۵/۱)
یعنی حائضہ کے لئے مخصوص ایام میں قرآن کریم کو ہاتھ لگانا اور پڑھنا جائز نہیں۔

اس کے برخلاف مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: "حائضہ عورت قرآن مجید کو ہاتھ
نہیں لگا سکتی زبان سے پڑھ سکتی ہے (فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۳۵)

(۹) جراب پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید
شرف الدین دہلوی غیر مقلد، مولانا عبدالرحمن مبارک پوری غیر مقلد اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کے
ہاں جائز نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں....

مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں: "پاکابہ (جراب) پر مسح کرنا آنحضرت ﷺ

سے ثابت ہے (زندگی) شیخ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں مفصل لکھا ہے" (فتاویٰ ثنائیہ ص ۳۳۷)

مولانا ابوسعید شرف الدین غیر مقلد لکھتے ہیں: "جرابوں پر مسح کرنے کا مسئلہ معرکہ الآراء
ہے مولانا نے جو لکھا ہے یہ بعض ائمہ امام شافعی وغیرہ کا مسلک ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بھی یہی
مسلک ہے مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ دلیل صحیح نہیں ہے (اس کے بعد مولانا ابوسعید نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے
جواب پر بھیجا اور لکھا ہے۔ مولانا ابوسعید کے جواب کے بعد جامع فتاویٰ ثنائیہ نے مولانا عبدالرحمن مبارک پوری کا جواب نقل کیا
ہے حرامی کے من میں انہوں نے دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔)

الجواب: المسح علی الجوزۃ لیس بحائز لانہ لم یقم علی جوزہ دلیل
صحیح و کل ما تمسک بہ المجوزون ففیہ خدشۃ ظاہرۃ الی آخرہ۔ کتبہ عبدالرحمن
المبارکفوری عفا اللہ عنہ

(وخط) سید محمد نذیر حسین..... (فتاویٰ ثنائیہ ص ۳۳۷)

یعنی جو راب پر مسح کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی دلیل صحیح نہیں ہے اور جائز کہنے والوں کی تمام
دلیلوں میں واضح غلطی موجود ہے۔

(۱۰) جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ :

مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل وغیرہ پڑھنا
جائز ہے جبکہ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد کے ہاں جائز نہیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں: "مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھنی جائز ہے۔
اور مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی صاحب جواب مذکور پر باحوالہ رد کرتے ہوئے فرماتے
ہیں: یہاں ثابت ہوا کہ زوال کے وقت نماز پڑھنی منع ہے، خواہ یوم جمعہ ہو یا کوئی اور یوم۔ اس لئے کہ
منع کی حدیثیں صحیح ہیں اور جوازی صحیح نہیں۔ صحیح کے مقابل غیر صحیح پر عمل باطل ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۵۳۷)

(۴) صحابہ سے بدظنی و بدگمانی کا نقصان :

جب عوام کو یہ بتایا جائے کہ ائمہ اربعہ نے دین کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ حق کے چار حصے میں سے ہوتے ضرور ان میں ایک حق ہوگا اور باقی سب باطل، لہذا انکی تقلید چھوڑ دیئے تاکہ دین ٹکڑوں سے نہ رہے۔ رحمہ اللہ

اس ذہنیت کے ملنے کے بعد جب ان کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہادی اختلاف کا پتہ چلتا ہے، تو وہ سوچتا ہے کہ ائمہ اربعہ تو ان کے دور میں نہیں تھے پھر بھی انہوں نے سینکڑوں مسائل میں اختلاف کیا ہے، معلوم ہوا کہ جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے بھی دین کے ٹکڑے کر دیے ہیں اور مختلف فرقوں میں بٹے ہیں، جس طرح ائمہ اربعہ میں بعض حق پر اور بعض باطل پر ہیں۔ صحابہ بھی ایسے ہو چکے کہ بعض حق پر ہوں گے اور بعض باطل پر (نعمہ باللہ سن ذلک) الحاصل اس ذہنیت کے بعد ضرور بالضرور ایک دن آنے کا اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظن ہوگا۔

حضرت مولانا لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے ایک غیر مقلد کو سنا وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں بالمشائستہ الفاظ کہہ رہا تھا۔

(۵) انکار حدیث کی نوبت :

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظنی پیدا ہو گئی تو اب اس کے لئے انکار حدیث کا راستہ ہموار ہو گیا۔ کیونکہ حدیث کا سب سے پہلا راوی اور سب سے مضبوط اور ثقہ راوی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جب وہ اجتہادی اختلاف کی وجہ سے (نعمہ باللہ سن ذلک) مذموم باطل پرست اور دین کو ٹکڑوں سے کرنے والا بن کر قابل اعتبار نہ رہے تو حدیث آگے کیسے چلے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن احادیث کو بھی چھوڑ کر منکر حدیث بن جائے گا جس کے کفر اور گمراہی میں شک و شبہ نہیں۔

نیز جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی رہنمائی سے آزاد ہو کر قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھے گا تو تاج و منسوخ اور ان احادیث میں (جن میں بظاہر اختلاف اور تضاد معلوم ہوتا ہے) تطبیق و ترجیح کے اصول و ضوابط نہ جاننے کی وجہ سے بھی یہ

حیران و پریشان ہوگا اور نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

بعض احباب نے بتایا ہے کہ ہم نے کتنے غیر مقلدین کو یہ کہتے ہوئے دیکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تضاد اور مختلف باتیں کر کے ہم کو انتشار میں مبتلا کیا ہے اور اختلاف اور فساد کا بڑا سبب خود آپ رضی اللہ عنہ کا مختلف اور متضاد باتیں کرنا ہے۔ نیز ان احباب نے بتایا کہ آپ خود آکر ان سے ملیں، آج وہ غیر مقلدیت سے منکر حدیث بن چکے ہیں۔

(۶) آیات قرآنیہ میں معنوی تحریف کرنا :

اجتہادی اور فردی اختلاف کو ہوا سے کرکفر و اسلام اور حق و باطل کا اختلاف بنانے کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ یہ لوگ آیات قرآنیہ میں معنوی تحریف کرنے لگ جاتے ہیں، کیونکہ اس منکھڑت نظریہ کا نہ تو قرآن کریم تائید کرتا ہے اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی اس غلط نظریہ کی حمایت فرمائی ہے، بلکہ قرآن کریم نے تو "وَأَنبِئْهُمْ مِّنْ أَنفَابِ الْإِنشَاءِ" وغیرہ آیات کے ذریعے اس مسئلے کو کھول کر بیان کیا ہے کہ بڑوں کی دو قسمیں ہیں،

(۱) جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی پیروی اور اتباع کا حکم ہے۔

(۲) جو گمراہ ہیں جن کی پیروی اور اتباع کو ممنوع قرار دیا ہے۔

مقلدین جو بڑوں کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں ان کا ہدایت یافتہ ہونا اور ماہر قرآن و حدیث ہونا وکیل شرعی (امام) سے ثابت ہے نیز خود غیر مقلدین کے پیشوا حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں، جنہوں نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی حمد و ثناء فرمائی ہے لہذا انہیں قرآن و حدیث سے لگا کر دیکھا جائے اور جنت کے راستے کے قافلوں کے سردار اور امیر ہیں ان میں سے کسی ایک کی رہنمائی میں جو بھی قرآن و حدیث پر چلے گا جنت پہنچ جائے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اجتہادی اور فردی اختلاف کو کفر اور اسلام کا اختلاف بنانے والے غیر مقلدین کے لئے قرآن و حدیث کا فیصلہ تسلیم کرنا زہر قاتل سے کم نہیں، کیونکہ اس فیصلے سے غیر مقلدیت کی جڑیں کٹ

جانا ظاہر ہے اس لئے انہوں نے اپنے اس غلط نظریہ کو تحفظ فراہم کرنے کی خاطر قرآن کریم کی کئی آیتوں میں تحریف معنوی کر ڈالی وہ تمام آیات جن میں مشرکین کو گمراہ، باہ و اجداد، سرداران قوم، علماء، سودا اور پیٹ پرست پیروں کی پیروی اور اتباع پر وعیدیں سنائی گئی ہیں، یہ لوگ یہ تمام آیتیں آج ہدایت یافتہ ائمہ رحمہ اللہ اور ان کی پیروی کرنے والے مقلدین کے خلاف پڑھ کر کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ ائمہ مشرکین کے باہ و اجداد کی طرح گمراہ تھے اور ان کی تقلید کرنے والے مشرکین کی طرح گمراہ ہیں۔ حالانکہ ان آیات کو ان کے خلاف پڑھنا صریح تحریف ہے، کیونکہ آج تک آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر جتنے متفق علیہم مفسرین رحمہ اللہ گزرے ہیں کسی ایک نے بھی ان آیات کا مصداق ہدایت یافتہ بڑوں اور ان کے پیروکاروں کو نہیں بتایا اور نہ صرف ایک حوالہ پیش کریں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔

بطور رموز کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں یہ لوگ بامع دل تحریف کرتے ہیں۔

آیات :

(۱) اٰتِعُوا مَا اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ طَقِيلًا مَّا نَذْخَرُوْنَ (۱۰) (الاعراف ۳۰)

”لوگو! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو مگر تم صحیح کم ہی مانتے ہو۔“

غیر مقلد اس آیت کو ہمارے خلاف پڑھ کر ”لوگو!“ سے مقلدین اور ”من دونه اولیاء“ سے مجتہدین رحمہ اللہ مراد لیتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ”من دونه اولیاء“ سے مراد شیاطین الانس والجن ہیں۔ (تفسیر نسفی)

قارئین کرام! ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ شیاطین الانس والجن میں داخل نہیں اور یقیناً داخل نہیں تو پھر غیر مقلدین کی تحریف ہے۔

(۲) اَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا اَنْفُسَكُمْ اَوْلِيَاءَ طَلَّخْتُ وَيُخْلَفُكُمْ (۱۱) (اعراف ۳۹)

”اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔“

غیر مقلدین ”ولا تتخذوا“ آپس میں اختلاف نہ کرو، سے اجتہادی اختلاف مراد لیتے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ایک مفسر سے بھی یہ بات منقول نہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس اختلاف سے وہ مراد ہے جس سے بزدلی پیدا ہو کر دشمن پر رعب نہیں رہتا اور جس سے مسلمانوں کی سلطنت ختم ہو جاتی ہے، یعنی امور جنگ اور اس سے متعلق احکام میں قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق اپنے امیر کی بات مانو، اختلاف نہ کرو، ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی تمہاری سلطنت ختم ہو جائے گی۔ (تفسیر نسفی، ج ۱)

قارئین کرام! ابو قرظہ پر حملہ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو جماعت تشکیل دی گئی تھی، جن سے فرمایا گیا تھا کہ عصر کی نماز بنو قرظہ ہی میں پڑھنا۔ اس جماعت میں راستے ہی میں اجتہادی اختلاف پیدا ہوا۔ جب نماز کا وقت راستے میں آیا تو بعض نے راستے ہی میں نماز پڑھی اور بعض نے ظاہر الفاظ کو دیکھ کر نہیں پڑھی۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے نہ ان کو ڈانٹا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ تمہارے اس اختلاف کی وجہ سے تمہاری سلطنت ختم ہو جائے گی، تمہارا رعب دشمنوں پر نہیں رہے گا۔

الحاصل یہ بھی غیر مقلدین کی کھلی تحریف ہے۔

(۳) وَلَا تَتَّخِذُوا مِنَ الْمُنْكَرِ بَیِّنًا مِنْ الْبَیِّنِ فَرَقُوا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَنَا شِيعًا طَاغُوتُ حِزَابٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرَقُوْنِ (۱۲)

”اور نہ ہو جاؤ مشرکین میں سے جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنالیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ہر ایک گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ گمن ہے۔ (الروم ۳۰-۳۱)“

غیر مقلدین اس آیت کو بھی اجتہادی اختلاف کے خلاف پڑھ کر مجتہدین صحابہ و تابعین و سن

بعد ہم ﷺ اور ان کے مقلدین کو مشرک اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے تفرقہ باز قرار دیتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی ایک مفسر نے بھی اس کا مصداق اجتہادی اختلاف نہیں بتایا

بلکہ یہ اختلاف فی الدین کے قبیل سے ہے جن کا مذہب ہونا سب کے ہاں مسلم ہے۔

قارئین کرام! یہ وہ بات ہے جس پر ہم تنبیہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اجتہادی

اختلاف کو پہلے اور دوسرے درجے کے اختلاف کا درجہ دے کر اس کو حق و باطل، کفر و اسلام، اور تفرقہ باز

اختلاف بنا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔



اظہار حق و تنقید برائے اصلاح یا فتنہ و انتشار پھیلاتا

جناب محمد صدیق رضا اور ابو جابر دامانوی نے فتنہ بھڑکانے اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے

کا نام "اظہار حق" اور "تنقید برائے اصلاح" رکھ کر اس کو آپ ﷺ کا حکم قرار دیا ہے۔ حالانکہ حکم کا مدار

حقیقت پر ہوتا ہے نہ کہ نام پر، "گدھے" کا نام اگر کوئی "بکرا" رکھ دے تو کیا حلال ہو جائے گا؟

نہیں! کیونکہ نام سے حقیقت نہیں بدلتی، ہاں سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔ لہذا فتنہ کا نام

اظہار حق رکھنے سے بھی یہ فتنہ نہ تو جائز ہوگا اور نہ ہی حکم شرعی بنے گا؟

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: لولا حدیثان فو مک بالکفر

لفطت الکعبۃ (بخاری ج ۱، الحدیث ۲۵۰۲)

یعنی اگر آپ کی قوم ابھی ابھی تازہ کفر سے اسلام میں نہ آچکی ہوتی تو میں خانہ کعبہ کو گراتا اور

دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر تعمیر کراتا۔

آپ ﷺ نے اس موقع پر یحییٰ بن کوکیوں چھوڑا؟ فتنے کے اندیشے کی وجہ سے تبدیلی نہیں فرمائی۔

اظہار حق کے مواقع الگ ہیں اور فتنہ برپا کرنے کے الگ۔ جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں

مندرجہ بالا حدیث کی تعلیم پر عمل ضروری ہے اور جہاں فتنہ کا خدشہ نہ ہو اور کسی وجہ سے اظہار ضروری

ہو جائے مثلاً کسی نے سوال کیا تو اس کو جواب دیتے وقت تمہاری نقل کردہ حدیث کی تعلیم پر عمل ہوگا۔

چونکہ اس نولے کا مقصد ہی عمل بالحدیث نہیں اس وجہ سے اظہار حق کے مواقع پر کبھی بھی اپنی

نقل کردہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے حق نہیں کہیں گے۔ قارئین کرام کو یقین دہانی کرانے کے لئے

فہرست میں ان لوگوں سے چند سوالات کیے جاتے ہیں تاکہ ان کے اظہار حق کی قلمی سب کے سامنے مکمل

جائے۔ مرجائیں گے، قیامت آجائے گی، لیکن یہ ان سوالات کے جواب میں ہرگز ہرگز اظہار حق نہ کریں گے۔

نتیجہ اخراجے گا نہ کوادان سے یہ بازو میرے آرمائے ہوئے ہیں

سوال نمبر ۱: منی پاک ہے اور ایک قول کے مطابق حلال بھی ہے (ترجمہ صحیح مسلم شریف ص ۴۱۲) جناب صدیقی رضا اور ابو جابر دمانوی دونوں قرآن کریم کی دو آیت اور نبی کریم ﷺ کی دو حدیث بتائیں جس میں صراحت یہ بتایا گیا ہو کہ منی پاک ہے جیسے پانی پاک ہے اور اس کا کھانا ایسے ہی حلال ہے جیسے مائی، یا اس قول کے قائلین کے مصنف کے بارے میں اعلان کر دیں کہ وہ نام نہاد اہل حدیث تھے نہ کہ اصلی۔ اور اپنا نام اہل حدیث رکھا اور مسائل حدیث کے خلاف بتاتے گئے۔

سوال نمبر ۲: آب باران و چاہ و طاہر و مطہر است پلید نہ میگردمگر بختیاست کہ بویا مزہ یا رنگ او را برگرداند (عرف الہادی ص ۹) ایک غیر مقلد صاحب دودھ کا کاروبار کرتے ہیں، دودھ نکالتے وقت بھینس نے دودھ کی بالٹی میں پیشاب کر دیا، پھر اس صاحب کو خود پیشاب آیا، اوھر اوھر جانے اور وقت ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر اس نے بھی اسی بالٹی میں پیشاب کیا، لیکن ان دونوں کے پیشاب کی وجہ سے دودھ کے رنگ وغیرہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ دودھ پاک ہے یا نہیں؟ اور اس کا پینا حلال ہے یا نہیں؟ غیر مقلد صاحب کے فتویٰ کے مطابق پاک اور حلال ہے۔

جناب دمانوی اور رضا صاحبان سے آیت اور حدیث کا مطالبہ ہے، ورنہ اعلان کیجئے کہ یہ بھی نام نہاد اہل حدیث ہے نہ کہ اصلی، اور قرآن و حدیث کے خلاف لکھ کر کتاب تصنیف کی ہے۔

سوال نمبر ۳: وایں نص است بر حلیت ذبیحہ کافر و عدم اشتراط اسلام در ذابح خواہی باشد یا غیر او... الخ اور یہ دلیل اس پر صراحت و اہلالت کرتی ہے یہ کافر کا ذبیحہ حلال ہے اور ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط نہیں، پھر کافر خواہی ہو یا غیر ذمی دونوں کا حکم ایک ہے الخ ”عرف الہادی ص ۲۳۹“ اس مسئلہ پر عمل کرتے ہوئے ایک غیر مقلد ہمیشہ کافر کا ذبیحہ کھاتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ اس کتاب کی

انہی تھلید جو اس غیر مقلد نے کی، یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور کافر کا ذبیحہ حلال ہے یا مردار؟ آیت و حدیث بتائیے ورنہ نام نہاد اہل حدیث کا فتویٰ لگائیے۔

سوال نمبر ۴: خنزیر اور کتے کے جھوٹے میں دو قول ہیں ایک قول میں پاک ہے بسوں مسا یؤکل لحمہ طاهر و کذا سورہ و جمیع الآسار غیر سورہ الکلب فقیہ قولان و کذا فی ریق الکلب العرق کما لسور (مکتبہ الحفاظ ص ۱۲)

دونوں ساتھی مل کر خنزیر کے جھوٹے کے پاک ہونے کی آیت اور حدیث دکھائیں ورنہ اس کے مصنف پر بھی نام نہاد اہل حدیث کا فتویٰ لگائیے۔

سوال نمبر ۵: قال غیر المقلد و کذا اذا اولج فی فرج البہیمۃ الخ کسی نے چوپائے کے ساتھ جماع کیا تو قسمل واجب نہیں (نزل الانوار ص ۲۳۱) جناب! آیت اور حدیث سے یہ مسئلہ دکھائیں ورنہ اس پر بھی نام نہاد اہل حدیث کا فتویٰ لگائیے۔

سوال نمبر ۶: قال العلامة و حید الزمان غیر مقلد: یبطل النکاح..... نکاح المستعنة و الموفت و مخالف بعض السابین و كذلك بعض اصحابنا فی نکاح المستعنة لوجودها.... الخ (نزل الانوار ص ۲۳۲ و ۲۵)

ترجمہ: نکاح مستعنة باطل ہے اور بعض تابعین نے اختلاف کیا ہے اور اسی طرح ہمارے بعض غیر مقلدین نے بھی، پس انہوں نے نکاح مستعنة کو جائز قرار دیا ہے۔

جناب ابو جابر دمانوی اور صدیقی رضا! اس شیعوں والے کام کی آیت اور حدیث دکھائیں یا انہیں غیر مقلدین کو بھی فتویٰ اہل حدیث کیسے۔

سوال نمبر ۷: مثلا ایک ضدی غیر مقلد دوست روزانہ بھینس کے پیشاب سے نہا کر نماز پڑھتا ہے اور بطور دوا ایک گھاس پیتا ہے اور ایک چھٹانک گوبر کھاتا ہے، منع کرنے پر بتاتا ہے کہ ”فتاویٰ ستارہ“ میں پاک اور بطور دوا حلال لکھا ہے، اور ان کتابوں میں ہمارے اہل حدیث مولویوں

نے سارے مسائل قرآن وحدیث کے لکھے ہیں۔ لہذا میرا یہ کھانا، پینا اور نہانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور آپ کا منع کرنا غلط ہے۔

جناب ابو جابر داما نوئی اور صدیق صاحب! اس پیشاب نوش و گوشت خورد کا یہ معمول اور عادت جس آیت اور حدیث سے ثابت ہے وہ دکھائیں، نیز گوشت کھانے کی حدیث ضرور دکھائیں ورنہ مصنف کے خلاف فتویٰ دیجیئے۔

بطور نمونہ یہ چند سوالات ذکر کر دیئے ہیں تاکہ ان کا حدیث پر عمل کرنا اور اظہار حق معلوم ہو جائے۔ قیامت آجائے گی، سارے نام نہاد اور نقلی اہل حدیث مرجائیں گے، مگر اس موقع پر اظہار حق کی توفیق نہ ہوگی۔ دیدہ ہاید

اجوبہ :-

جن لوگوں نے تقلیدِ ائمہ مجتہدین علیہم السلام کو چھوڑ کر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ پر عمل کے بھانے، آزادی اور آوارگی اختیار کی ہے، ان میں کوئی ایک عالم ایسا بتا دیا جائے جس نے اپنی کتابوں میں جو کچھ مسائل لکھے ہیں وہ صرف قرآن وحدیث ہی کے مسائل ہیں، یا وہ جو بھی مسئلہ بتاتا ہے وہ قرآن وحدیث ہی کا مسئلہ بتاتا ہے۔ اگر ابو جابر داما نوئی اور صدیق صاحب کی نظر میں کوئی ایسی کتاب یا شخصیت ہیں تو بتادیں۔ جناب کا احسان ہوگا۔ اور اگر کوئی ایسا عالم زندہ ہیں تو ہم خود جا کر ان سے پوچھنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب ابو جابر داما نوئی اور صدیق رضا صاحب کا اگر خود دعویٰ ہو یا ان کے متعلق کسی اور کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ دونوں حضرات ہر مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیت اور صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث سے بتاتے ہیں، تو سراسر دستِ تحریر اسرارِ تین مسلمان سے پوچھے جاتے ہیں، اور زبانی پوچھنے کے لئے ان کی مسجد میں جانے کو تیار ہیں۔ ہم تو ایک عرصے سے ایسے غیر مقلد مولوی کی تلاش میں ہیں جو قرآن وحدیث کے مسائل جاننا اور بتانا ہو، لیکن آج تک کوئی نہیں ملا، شاید شیخ ابو جابر داما نوئی ہماری اس تشنگی

کو دور فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱: فاتحہ کی جگہ پوری یا کچھ تشہید پڑھ کر یا د آنے پر فاتحہ پڑھی یا تشہید کی جگہ پوری یا کچھ فاتحہ پڑھ کر یا د آنے پر تشہید پڑھی، تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ نماز صحیح ہے یا فاسد یا مکروہ؟ پوری اور کچھ پڑھنے کے حکم میں، نیز بھول اور قصد کے حکم میں اگر کوئی فرق ہے تو اسے بھی واضح کیجئے۔

مسئلہ نمبر ۲: ایک شخص رکوع سے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع الیدین کرتا ہے اور قومہ سے سجدہ کی طرف جاتے وقت جب تکبیر کہتا ہے تو اس وقت بھی، اور دو سجدوں کے درمیان بھی، اور کہتا ہے کہ میں جمع الزوائد اور متاخر الاسلام صحابی مالک بن حویرث رحمہ اللہ کی حدیثوں پر عمل کرتا ہوں، اور یہ بھی کہتا ہے کہ جو اس ناخ حدیث اور قومہ سے سجدہ کی طرف جاتے وقت تکبیر کے ساتھ رفع کی غیر معارض حدیث پر عمل نہیں کرتا، اس کی نماز خلاف سنت اور ناقص ہے۔

جناب اس شخص کا یہ عمل اور قول ودلیل درست ہے یا غلط؟ آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ ہاتھ غیر منسوختہ سے اس کی غلطی ثابت کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۳: سہوا یا قصداً آئین بلند آواز سے نہ کہنے والے کی نماز کا کیا حکم ہے؟ سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ نیز سر یہ اور جہر یہ میں اور جہر یہ کی پہلی دو اور آخری رکعتوں میں جو سر اور جہر کا فرق ہے، یہ کس آیت اور حدیث کی بنا پر ہے؟ جماعت اور انفراد کا فرق کس آیت اور حدیث میں آیا ہے؟ عورت آہستہ اور مرد بلند آواز سے کہے، یہ تصریح کس آیت اور حدیث میں ہے؟

قارئین کرام! جس فرق اور نولے کے مولوی قرآن وحدیث کا نام لے کر مسئلہ ان کے خلاف بتاتے ہوں اس نولے کی عوام کا کیا حال ہوگا؟

کیا انتشار کا سبب فقہ ہے؟ :

نہیں! یہ کہنا ابو جابر داما نوئی صاحب کی تری کذب بیانی اور بغض کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ان لاندہ بیوں میں اختلاف نہ ہوتا۔ جبکہ بے شمار مسائل میں ان کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں..... حافظ علی زکی صاحب لکھتے ہیں: آپ (حاجی اللہ صاحب) رکوع کے بعد ہاتھ چھو کر نماز پڑھتے تھے اور اسی کے قائل تھے اس مسئلہ میں آپ کا اور شیخنا ابوالقاسم محبت اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا ایک ہی موقف تھا (ماہنامہ المدینۃ حضرت ۱۳۱/۱)

(۱) قومہ میں ہاتھ باندھنا سنت یا نہ باندھنا سنت؟ علامہ محبت اللہ الراشدی اور بدیع الزمان الراشدی کے فتوؤں میں اختلاف ہے۔

(۲) دفع الیدین فرض یا سنت؟ ترک سے نماز فاسد ہوگی یا صرف خلاف افضل یا خلاف سنت ہوگی؟ اس میں ان کا شدید اختلاف ہے۔

(۳) جوتے پہن کر نماز سنت اور ضروری ہے یا اتار کر؟ سنا ہے ڈالیا میں دو جماعتیں ہوتی ہیں، ایک بغیر جوتوں کے اور ایک جوتوں سمیت۔ اور لاندھی کراچی میں ایک مسجد کا نام ہی جوتوں والی مسجد رکھا گیا ہے۔

(۴) رمضان کے آخری عشرہ میں وتر تالا ہے یا نہیں؟ کراچی اور پنجاب کے فتوے مختلف ہیں۔

(۵) مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہیں یا ایک؟ اس میں ان کا شدید اختلاف ہے۔

(۶) نماز جنازہ میں بلند آواز سے قراءۃ سنت یا خلاف سنت؟ علامہ محبت اللہ الراشدی خلاف سنت فرماتے ہیں جبکہ ان کے چھوٹے بھائی بدیع الزمان اور ان کی جماعت سنت کے قائل ہیں۔

معتزض مفسد کے اعتراض کا حاصل دو باتیں ہیں

(۱) لغتِ حنفی میں اصل مسئلہ جواز کا ہے۔

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ اور جنوری ناؤن کے مفتیان کرام رحمہ اللہ نے

وجہ غریب اور جھوٹ سے کام لیا ہے۔

نمبر (۱) کا جواب

حنفیہ کا ظاہر مذہب عدم جواز کا ہی ہے جیسے ان مفتیان کرام زید مجدہم نے فرمایا ہے۔

علامہ حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اختلف فی التداوی بالمحرم و ظاهر المذهب المنع (الشامیہ ۲۱۰/۱)

”حرام چیزوں سے علاج کرنے میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب عدم جواز ہی کا ہے۔“

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا یخفی أن التداوی بالمحرم لا یجوز فی ظاهر المذهب (البحر الرائق ۳۸۹/۳)

”یہ پوشیدہ نہ ہے کہ حرام چیزوں سے علاج کرنا ظاہر مذہب میں جائز نہیں۔“

مشائخ کے اختلاف کی وجہ

ان حضرات کے اختلاف کی وجہ ”یقین شفاء“ کے مصداق میں اختلاف ہے۔ جن حضرات

نے اس کا مصداق غلبہ ظن کو قرار دیا ہے انہوں نے اطباء کے کہنے اور تجربہ کی بنیاد پر جواز کا فتویٰ دیا اور جن حضرات نے اس کا مصداق حقیقت یقین ٹھہرایا ہے انہوں نے حرام کا فتویٰ دیا ہے

قال ابن نجیم رحمہ اللہ: قال فی فتح القدیر: و اهل الطب یستون للبن البت

ای الذی نزل بسبب بنت مرصعة نفعاً لوجع العين. و اختلف المشايخ فيه فيل لا يجوز و

فيل يجوز اذا علم انه يزول به الرمد ولا يخفى أن حقيقة العلم معتبر فالمراد اذا غلب

على الظن والا فهو معصى الممنوع ولا يخفى أن التداوی بالمحرم لا يجوز فی ظاهر

المذهب أصله بول ما يؤكل لحمه فانه لا يشرب أصلاً (البحر الرائق ۳۸۹/۳، کتاب

البرصاعة، المکبة الرشیدة، کوئٹہ)

فرماتے ہیں ”فتح القدیر میں ہے کہ اہل طب حضرات یقین کی پیدائش کے بعد اترنے والے

دودھ کو آنکھ کے درد میں مفید قرار دیتے ہیں۔ اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض عدم جواز اور

بعض جواز کے قائل ہیں بشرطیکہ تکلیف کے ختم ہونے کا ظن غالب ہو اور یہ بات حنفی نہیں کہ حقیقت علم کا

ادراک مشکل ہے لہذا اگر اس سے شفاء کا ظن غالب ہو تو جائز ورنہ ممنوع اگر ظن غالب مراد نہ ہو بلکہ

حقیقت یقین مراد ہو پھر جائز نہیں اور یہ ہی منع کرنے والے بھی فرماتے ہیں اور یہ بھی مخفی نہیں کہ ظاہر مذہب کے مطابق تدوی بالحرم جائز نہیں اصل اختلاف جو بیان ہوا ہے وہ ان جانوروں کے پیشاب کے بارے میں ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے پس اس کو بالکل نہیں پیا جائے گا، یعنی نہ تو علاج کی غرض سے نہ ہی کسی اور غرض سے۔

قال العلامة الحصکفی (رحمۃ اللہ علیہ) : (ولا يشرب) بولہ (أصلاً) لا للتداوی ولا لغيره عند أبي حنيفة .

وقال العلامة ابن عابدین (رحمۃ اللہ علیہ) : (قوله عند أبي حنيفة) واما عند أبي يوسف فانه وان وافقه علي أنه نحس لحديث "استز هو من البول" الا أنه أجاز شربه للتداوی لحديث العريین . و عند محمد يجوز مطلقاً . و اجاب الامام عن حديث العريین بأنه عليه الصلوة و السلام عرف شفاء هم به و حیا و لم یحقق شفاء غیر هم . لأن المراجع فيه الأطباء و قولهم ليس بحجة ، حتى لو تعین الحرام مدفعاً للهلاك يحل كالميتة و الخمر عند الضرورة و تمامه فی البحر (الشامية ۲۱۰۰۱ ، ایچ ایم سعید کمپنی ، کراچی)

علامہ حصکفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں : "اور اس کا (حلال جانوروں کا) پیشاب مطلقاً نہیں پیا جائے گا نہ علاج معالجہ کے لئے اور نہ کسی دوسری غرض کے لئے امام اعظم ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہی مذہب ہے۔"

علامہ شامی (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ جو انہوں نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک جائز نہیں، تو بہر حال امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) حلال جانوروں کے پیشاب کے شرب ہونے میں اگرچہ امام اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کی موافقت فرماتے ہیں "استز هو من البول" یعنی پیشاب سے بچو، دینی حدیث کی وجہ سے مگر وہ بغرض علاج پینے کی اجازت دیتے ہیں حدیث عربین کی بناء پر۔ اور امام محمد (رحمۃ اللہ علیہ) مطلقاً جواز کے قائل ہیں یعنی علاج معالجہ وغیرہ سب میں کیونکہ

ان کے نزدیک بول مایہ کل لحم پاک ہے۔ امام اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) حدیث عربین کے جواب میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تو ان لوگوں کی یقینی شفاء، اس پیشاب میں بذریعہ دوی معلوم ہو گئی تھی اور ان کے علاوہ کسی اور کی شفاء کا یقینی علم نہیں۔ کیونکہ اس علاج معالجہ کے سلسلے میں مرجع اطباء حضرات ہیں اور شرعاً ان کا قول حجت نہیں، (کیونکہ ان کے قول سے یقین حاصل نہیں ہوتا) البتہ اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ فلاں حرام چیز کے استعمال میں شفاء ہے اور ہلاکت سے بچاؤ ہے تو اس صورت میں استعمال جائز ہے جیسے مردار اور شراب (بھوک و پیاس کی) ضرورت کیوقت حلال اور جائز ہے۔

ہمارے حضرات حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہم اور جامعہ نورانی ٹاؤن کے مفتیان کرام زید مجدہم نے جو اصل مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے عدم جواز کو رائج فرمایا ہے بالکل درست فرمایا ہے ذیل میں بعض فقہاء کرام (رحمۃ اللہ علیہ) کی عبارتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ ہمارے اکابر زید مجدہم کے ارشاد کی مزید توثیق ہو۔

قال العلامة العینی (رحمۃ اللہ علیہ) : قوله (م) و تأویل ما روی أنه علیه السلام عرف شفاء هم فيه و حیا (ش) ای أن النبی ﷺ عرف شفاء هم ای شفاء العريین فيه ای فی بول الابل و حیا ای من حیث الوحی و هو نصب علی التمييز فاذا كان من حیث الحكم یكون حکماً ولا یوجد مثله فی زماننا فلا یحل شربه لأنه لا یتحقق بالشفاء فيه فلا یعرض من الحرمة (البایة ۲۴۷)

یعنی آپ ﷺ کو بذریعہ دوی یہ بتا دیا گیا تھا کہ ان (عربین) کی شفاء انہی اونٹوں کے پیشاب میں ہے سو جب آپ ﷺ کا یہ ارشاد بطور حکم تھا تو اب اس کی تعمیل ان پر واجب ہوئی، اور اب ایسا ہر زمانے میں ممکن نہ رہا کہ شفاء کا یقین حاصل ہو جائے، لہذا اب اس کی حرمت ہمیشہ رہے گی۔

وقال (رحمۃ اللہ علیہ) : (بعضاً) : قوله (م) لا یتحقق بالشفاء فيه (ش) ای فی شربه للتداوی

(م) فلا یعرض عن الحرمة (ش) ای فاذا كان كذلك فلا یعرض عن كون شربه حراماً الا

يقين الشفاء فلا يوجد والمرجع الى ذلك بقول الاطباء وقولهم ليس بحجة قطعية
ليجوز أن يكون شفاء لقوم دون قوم لا اختلاف الامزجة (الشيبة ۲۳۸/۱)

یعنی علاج معالجہ کی غرض سے پیشاب پینے میں شفاء یقینی نہیں کیونکہ اس سے متعلق اطباء کے
اقوال سے ایسا یقین حاصل نہیں ہوتا جس سے جواز ثابت ہو جائے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اختلاف
مزاج کی وجہ سے بعض کے لئے شفاء بنے اور بعض کے لئے نہیں لہذا اس کی حرمت برقرار رہے گی۔

قال العلامة الزيلعي رحمه الله: قوله (ولا يجوز بالنجس الخمر) وكذا كل
تداوى لا يجوز الا بالطاهر لما روى ابن مسعود أنه عليه الصلوة والسلام قال ان الله
لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم ذكره البخاري وعن ابي الدرداء أنه عليه
الصلوة والسلام قال انزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء فتداؤوا ولا تداؤوا
بحرام رواه ابي داود (نيسن الحقائق ۳/۷۷)

یعنی علاج معالجہ پاکیزہ چیزوں کے سوا نجس چیزوں سے جائز نہیں، کیونکہ حضرت ابن
مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں تمہاری شفاء نہیں رکھی
جن کو تم پر حرام کیا (بخاری) اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ
نے تکلیف اور اس کی دوا دونوں چیزیں نازل فرمائی ہیں اور ہر تکلیف کے لئے کسی نہ کسی چیز کو دوا
بنایا ہے پس تم علاج کیا کرو البتہ حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال مت کرو (ابوداؤد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: تحت (قوله ولم يعلم دواء آخر) قال ونقل
الحموي ان لحم الخنزير لا يجوز للتداوى به وان تعين والله تعالى اعلم (الشامية ۲۱۰/۱)
یعنی امام حموی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ خنزیر کے گوشت کو بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں
اگرچہ اس کے علاوہ علاج کی کوئی اور دوا نہ بھی ہو۔

قال العلامة الرافعي رحمه الله: قوله (ونقل الحموي ان لحم الخنزير الخ) يظهر ان

ما نقله الحموي مني على قول الامام من عدم جواز التداوى بالمحرم لا على مقابله من
الجواز ولا يظهر الفرق بين الخنزير وغيره والله اعلم (تفريعات الرافعي ۲۶۱/۱)

علامہ رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی یہ نقل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے
قول کے مطابق ہے کیونکہ آپ کے نزدیک مطلقاً تداوی بالمحرم ناجائز ہے لہذا ان کے ہاں اب خنزیر
اور دوسرے محرکات میں فرق بھی نہ ہوگا۔

فائدة: اطامه حموي رحمه الله: في معنى عدم جوازي كواختيار كيا به

قال العلامة ابن مازة البخاري رحمه الله: ولو ان مريضاً اشار اليه الطبيب
بشرب الخمر روى عن جماعة من ائمة بلخ انه ينظر ان كان يعلم يقيناً انه يصح حل له
التناول وقال الفقيه عبد الملك حاكياً عن استاذة انه لا يحل له تناول الخمر (الشيبة ۲۳۸/۱)
یعنی ڈاکٹر اگر کسی کو علاجاً شراب پینے کا مشورہ دے تو قائل کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ
یقین پر فیصلہ ہوگا، اگر شفاء کا یقین ہے تو جائز ورنہ نہیں۔ لیکن فقیر عبدالمکمل نے اپنے استاذ سے مطلقاً
عدم جوازی نقل فرمایا ہے۔

فائدة: فقیر عبدالمکمل اور ان کے استاد بھی مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں۔

قال الشيخ وهيد الزحيلي رحمه الله: لكن قال الحنفية يجوز التداوى بالمحرم
ان علم يقيناً ان فيه شفاء ولا يقوم غيره مقامه اما بالظن فلا يجوز وقول الطبيب لا يحصل
به اليقين ولا يرخص التداوى بلحم الخنزير وان تعين (الفقه الاسلامي وادلته ۲۶۱۰/۳)

وقال رحمه الله: ولا يجوز الانتفاع بها للتداوى وغيره لأن الله تعالى لم يجعل
شفاءنا فيما حرم علينا قال ﷺ لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم فانه دل على تحريم
التداوى بما حرم تعالى وأنه لم يجعل الشفاء فيه ولما كانت الخمر محرمة دل على
التداوى بها (الفقه الاسلامي وادلته ۵۳۹۳/۷)

والأصل فيه حديث ابن مسعود رضي الله عنه قال : إن أولادكم ولدوا على الفطرة فلا تبدواوهم بالخمر ولا تغدواهم بها فإن الله تعالى لم يجعل في رجب شفاء وإنما الائتم على من سقاهم ويكره للرجل أن يداوى بها جرحاً في يده أو يداوى بها دأبته لأنه نوع انتفاع بالخمر والانتفاع بالخمر محرم شرعاً من كل وجه (المبسوط ٨/٢٣٢، دار إحياء التراث العربي - بيروت)

اور مکی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بدن کا علاج شراب سے کرے یا جانور کے دھم کا علاج کرے کیونکہ یہ بھی شراب سے نفع اٹھانے کی ایک صورت ہے اور شراب ہر اعتبار سے شراب سے نفع

قال العلامة الكاساني رحمه الله: وكذا لا يجوز الانتفاع بها للمداواة وغيرها لأن الله تعالى لم يجعل شفاءنا في ما حرم علينا ويحرم على الرجل أن يسقى الصغير الحمر فإذا سقاء فالأنثم عليه دون الصغير لأن خطاب التحريم يتناول مدافع الصانع

١١٣٥، المكّة الرشيدية، الكويت

علاج اور بھوک و پیاس کا فرق

قال العلامة ابن مازة البخاري رحمه الله : وفي النوازل اذا طهر به داء فقال له الطبيب قد غلبك الدم فاخرجه فلم يخرجـه حتى مات لا يكون مأخوذاً لأنه لا يعلم يقيناً ان الشفاء فيه وفيه ايضا استطلق يطنه أو رمدت عنه فلم يعالج حتى اضيقه ومات بسببه لا اثم عليه فرق بين هذا وبينما اذا جاع ولم يأكل مع القدرة على الأكل حتى مات فإنه مائتـم والفرق أن الأكل قدر قوته فيه شفاء يتعين فاذا تركه صار مهلكاً نفسه ولا كذا لكـ

اور نوازل میں ہے کہ ایک شخص بیمار ہوا طیب نے اس سے کہا کہ آپ پر خون کا غلبہ ہے اس کو نکال لیں، اس نے نہیں نکالا اور مر گیا، تو گناہگار نہ ہوگا اس لئے کہ اس بات کا یقین نہیں کیا جاسکتا کہ شفاء اسی میں ہے اور نوازل میں یہ بھی ہے کہ کسی کا پیٹ جاری ہوا یا آنکھوں میں تکلیف ہوئی پھر اس نے علاج نہیں کیا یہاں تک کہ اس بیماری کی وجہ سے کمزور ہو کر مر گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (بہر حال اس علاج کے مسئلے میں اور بھوک اور پیاس کے مسئلے میں) فرق ہے اگر بھوک نے باوجود قدرت کے نہ کھایا اور مر گیا تو گناہگار ہوگا۔ ایک فرق یہ بھی ہے کہ بقدر قوت کھانے میں شفاء یقینی ہے اور علاج میں شفاء یقینی نہیں لہذا کھانا چھوڑ کر مر گیا تو خودکشی کرنے والا سمجھا جائے گا۔

نمبر ۲ کا جواب :

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان حضرات مفتیان کرام زید مجدہم نے جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے اور حنفیہ کا اصل اور ظاہر مذہب یہی ہے تو دوسری بات کا جواب خود بخود ہو گیا کہ آپ نے ان پر الزام لگایا ہے کہ ان حضرات نے اپنے بزرگوں کے خلاف لکھا ہے نیز جامعہ بنوری ناؤن کے مفتیان کرام نے جس عبارت سے استدلال کیا ہے اہل علم اسے صحیح سمجھتے ہیں۔ اگر چہ گاؤں کو دن میں نظر نہیں آتا تو اس میں سورج کا کیا گناہ ہے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ صحت کے مابین کسی اختلافی مسئلہ کی وجہ اور اہل اختلاف کا علمی مقام اور ان کے مختلف اقوال میں تطبیق و ترجیح ایسے امور ہیں جن کو مضبوط علمی استعداد رکھنے والے حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہر کس ناکس کا یہ کام نہیں

قابل توجہ مشورہ

آپ غیر مقلدین ہمارے اکابر کو کبھی بھی ہدف تنقید نہ بنائیں، کیونکہ جب آپ ان پر بے جا تنقید کریں گے تو ان کے سچے خدام جواب تنقید کے طور پر آپ کے منگھڑت مذہب، جس پر تم نے قرآن وحدیث کا خوشنما لیبل لگایا ہے، کے پردے کو چاک کر کے اصلی صورت عامۃ الناس کے سامنے

آکارہ کریں گے۔ جس کے بعد دہل و قریب کا دروازہ بند ہو جائے گا اور آپ کا کام شطب ہو جائے گا۔ مثلاً زیر نظر مسئلہ اور اس کے متعلقات سے متعلق شاید آپ کو اپنا مذہب معلوم ہوگا کہ کتنا مہذب اور پاکدامن ہے۔ بطور نمونہ چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

اتحادی جائزہ

مسئلہ زیر نظر اور اس کے متعلقات کا حکم کیا ہے۔ احناف کیا فرماتے ہیں اور غیر مقلدین کا مسلک کیا ہے؟

(۱) بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟

لاحناف: نہیں..... حنفیہ مقلدین: جائز ہے (فقہی کتاب، بحوالہ کلیات

(۲۰۷۵)

(۲) حالت جنابت میں یعنی ناپاک مرد اور عورت کو تلاوت قرآن کریم کی اجازت ہے یا نہیں؟

لاحناف: نہیں..... حنفیہ مقلدین: اجازت ہے (فقہی کتاب، بحوالہ کلیات

(۳) جس عورت کے حیض (ماہواری) کے دن ہوں، وہ اس حالت حیض میں قرآن کریم

کی تلاوت کر سکتی ہے یا نہیں؟

لاحناف: نہیں..... حنفیہ مقلدین: کر سکتی ہے (فقہی کتاب، بحوالہ کلیات

(۴) قرآن کریم کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اس پر کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

لاحناف: نہیں..... حنفیہ مقلدین: اگر کھانے کی چیز بلندی پر ہو تو

قرآن کریم پر پاؤں رکھ کر چیز اتار کر کھالینا جائز ہے (اوراق، بحوالہ کلیات

(۵) خون پاک ہے یا ناپاک؟

لاحناف: ناپاک..... حنفیہ مقلدین: حیض کے خون کے سوا سب

خون پاک ہیں (کنز الدقائق، نزہۃ العرف، فقہی، بدوہ الاصل، تیسرے الباری، بحوالہ کلیات

(۶) حلال جانوروں کا بیضاب، پاخانہ پاک ہے یا ناپاک؟

اجتہاد: ناپاک **ظہیر مقلدین**: پاک ہے، جس کپڑے پر لگا ہو

اس میں نماز پڑھنا درست ہے نیز بطور ادویات استعمال کرنا بھی درست ہے (فتاویٰ جریہ، ص ۱۰۸)

(۷) منی پاک ہے یا ناپاک؟

اجتہاد: ناپاک **ظہیر مقلدین**: پاک ہے (اور ایک قول کے

مطابق اس کا کھانا بھی جائز اور حلال ہے) (عرف الجاری، کنز العمال، بدور الاحول، تبصیر الباری، بحوالہ ۱۱۱)

قارئین کرام! جس مذہب میں بے وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، حالت جنابت اور

حالت حیض میں پڑھنا جائز نہیں اور اس کی طرف پاؤں پھیلا نا درست نہیں، بھلا ایسے لوگ شرعی دلیل

کے بغیر قرآن کریم کو نہجاست سے لکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ جناب ابو جابر و امام نووی اور محدثین

رضا صاحب تمہارے مذہب کے یہ مسائل اتفاقی ہیں یا اختلافی؟ اتفاقی ہیں تو کس آیت اور حدیث

سے؟ اختلافی ہیں تو بتائیں قرآن و حدیث کس کے ساتھ ہیں؟

جناب! اپنے گھر کی خبر لیجئے، اسے قرآن و حدیث کی روشنی سے روشن اور مزین کیجئے۔

حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب وغیرہ مفتیان کرام زید مجدہم کی اصلاح کی ہرگز آپ کو ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ اہل حق کی دشمنی اور بغض سے محفوظ فرمائے کیونکہ ان کی دشمنی پر اللہ تعالیٰ کی طرف

سے اعلان جنگ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من عادی لی ولیا فقد اذنتہ

بالحرب (بخاری ص ۹۶۳ ج ۲) ترجمہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے تو میری طرف سے

اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔

”آخر و حوزنا لا للرحمہم اللہ رب العالمین“

آٹھ مسائل

﴿ متعلق غیر مقلدیت ﴾



مرتبے

حضرت مولانا مفتی محمد متناضاح صاحب



تلمیذ رشید

حضرت مولانا مفتی محمد متناضاح صاحب



خلیفہ مجاز

شاہ حکیم محمد اختر ضاح صاحب



مکتبۃ البنجاری

ترجمہ ساری پارک، گلستان کالونی، کراچی

جملہ حقوق بحق مکتبۃ البخاری محفوظ ہیں

واحد تقسیم کنندہ


عبدالواحد قادری


مکتبۃ البخاری گلستان کالونی، نزد صابری مسجد، کراچی


موبائل: 2140865-0300 فون: 2520385

ملنے کے پتے


جامعہ خلفائے راشدین ، گریکس ماڑی پور روڈ، کراچی


مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی 


اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن، کراچی 


نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی 


مکتبہ علی و معاویہ، سعید آباد، کراچی 

علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی 

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی 

مکتبہ انفال توحیدی مسجد چاکیواڑہ کراچی 

ادارۃ الحرم 17 اردو بازار لاہور 

مکتبہ شہید الاسلام، ادارہ عمر فاروق مرکزی جامع مسجد اسلام آباد 

فہرست رسالہ آٹھ مسائل

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱	مکبیر تحریم کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں	۱
۴	ہاتھ باندھنے کی کیفیت	۲
۶	ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہیے	۳
۹	عمل و آثار صحابہ و تابعین	۴
۱۰	اشکالات و جوابات	۵
۱۵	حضرات فقہاء کرام رحمہ اللہ کے ارشادات	۶
۱۹	مسئلہ رفع الیدین (ترک رفع کے دلائل)	۷
۲۰	احادیث مبارکہ (حدیث ابی حمید الساعدی ص)	۸
۲۴	حدیث جابر بن سمرہ ص	۹
۲۶	حدیث عبداللہ بن عمر ص	۱۰
۲۸	حدیث عبداللہ بن مسعود ص	۱۱

۱۲	حدیث براہین عازب ص	۳۳
۱۳	حدیث عبداللہ بن عباس ص	۳۷
۱۴	حدیث ابی مالک الاشعری ص	۴۰
۱۵	حدیث ابی حریرہ ص	۴۱
۱۶	حدیث وائل بن حجر ص	۴۲
۱۷	حدیث عباد بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۳
۱۸	آثار صحابہ (آخر خلیفہ اول و دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما)	۴۴
۱۹	عمل خلیفہ سوم حضرت عثمان ص	۴۶
۲۰	عمل خلیفہ چہارم حضرت علی ص	۴۷
۲۱	عمل عشرہ مبشرہ، اجتماع اکثر صحابہ	۴۸
۲۲	عمل عبداللہ بن عمر ص	۴۹
۲۳	عمل حضرت عبداللہ بن مسعود ص	۵۰
۲۴	عمل حضرت ابوہریرہ ص	۵۱
۲۵	آثار تابعین وغیرہم، امام (ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کا مذہب)	۵۲
۲۶	حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کا مذہب	۵۲
۲۷	حضرت امام شعبی تابعی رضی اللہ عنہ کا مذہب	۵۳

۲۸	حضرت قیس بن ابی حازم التابعی رضی اللہ عنہ کا مذہب	۵۴
۲۹	حضرت اسود بن یزید اور حضرت علقمہ رضی اللہ عنہما کا مذہب	۵۵
۳۰	حضرت خثیمہ التابعی رضی اللہ عنہ کا مذہب	۵۶
۳۱	حضرت ابواسحاق السبئی التابعی رضی اللہ عنہ کا مذہب	۵۶
۳۲	اصحاب علی و ابن مسعود کا مذہب	۵۷
۳۳	حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب	۵۷
۳۴	اہم سوالات و جوابات (سلام کے وقت رفع یدین)	۵۹
۳۵	ثبوت رفع رکوع کا جواب	۶۰
۳۶	امام نووی رضی اللہ عنہ کی شرح کا جواب	۶۲
۳۷	”رفع دائمی عمل تھا“ اس کا جواب	۶۲
۳۸	ماضی استمراری کا جواب	۶۳
۳۹	قرشتوں کی رفع الیدین والی روایت کا جواب	۶۴
۴۰	پچاس صحابہ والی روایت	۶۵
۴۱	چودہ سو صحابہ والی روایت	۶۶
۴۲	دس نیکیوں والی روایت کا جواب	۶۷
۴۳	عشرہ مبشرہ والی روایت کا جواب	۶۸

۶۹	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ابن مبارک رحمہما کا مکالمہ	۳۴
۷۰	حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ خاں کار جو ع	۳۵
۷۲	ناقلمین نسخ رفع الیدین عند الركوع	۳۶
۷۲	محدث کبیر، نقاد عظیم امام طحاوی رحمہ اللہ خاں	۳۷
۷۳	شارح بخاری حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ خاں	۳۸
۷۴	شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ مام علی قاری رحمہ اللہ خاں	۳۹
۷۵	فقیر الامت حضرت علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ خاں	۵۰
۷۷	﴿اشتہار﴾ رفع الیدین کا عمل منسوخ ہے	۵۱
۷۷	نسخ کی دلیل نمبر ۱	۵۲
۸۰	نسخ کی دلیل نمبر ۲	۵۳
۸۲	کچھ سوالات مجاہدہ	۵۴
۸۲	سوال نمبر ۱ اور اس کا جواب	۵۵
۸۳	سوال نمبر ۲ اور اس کا جواب	۵۶
۸۳	سوال نمبر ۳ اور اس کا جواب	۵۷
۸۳	سوال نمبر ۴ اور اس کا جواب	۵۸
۸۶	سوال نمبر ۵ اور اس کا جواب	۵۹

۸۷	سوال نمبر ۶ اور اس کا جواب	۶۰
۸۸	سوالات اور مطالبات	۶۱
۹۰	اشتہار "اظہار حق" کا خلاصہ	۶۲
۹۱	غیر مقلد نصیب شاہ صاحب کے جھوٹ اور دھوکے (نمبر ۱)	۶۳
۹۲	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۲	۶۴
۹۲	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۳	۶۵
۹۳	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۴	۶۶
۹۳	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۵	۶۷
۹۴	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۶	۶۸
۹۵	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۷	۶۹
۹۵	جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۸	۷۰
۹۷	غیر مقلد دوست کے معیار علم کے چند نمونے (نمونہ ۱)	۷۱

دائیں

تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں

ہمارے احناف کے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگوٹھے کانوں کی نو اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہو جائیں۔

بہتر ہونے کی دلیل: تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھانے سے متعلق تین قسم کی احادیث آئی ہیں۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ (مسلم ۷۱۶۸)

(۲) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دونوں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا بیان ہے۔ (مسلم ۷۱۶۸)

(۳) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کانوں کی نو کے قریب تک انگوٹھے اٹھانے کا بیان ہے۔ (نسائی ۵۱۱۱)

تنبیہ: احناف نے جس طریقے کو اپنایا ہے اس سے تینوں

حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کسی صحیح حدیث کا ترک لازم نہیں آتا، کیونکہ احناف کے ہاں حدیث نمبر (۱) کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہتھیلیاں کندھوں تک اٹھالیں اور حدیث نمبر (۲) سے مراد یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر کر دیئے اور حدیث نمبر (۳) میں تو انگوٹھے اور ٹو کی صراحت ہے۔

الحاصل: احناف کہتے ہیں کہ مثل ایک تھا جو ہم نے اختیار کیا، فرق صرف تعبیر کا ہے، اور اس فرق تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ کسی راوی نے انگلیوں کے سروں کو اہمیت دے کر اس نے کانوں کے بالائی حصہ کا ذکر کیا اور کسی نے ہتھیلیوں کو اصل اور اہم سمجھ کر کندھوں تک اٹھانے کو ذکر کر دیا اور کسی نے انگوٹھوں کا اعتبار کرتے ہوئے کانوں کی ٹوکا ذکر کیا۔

روایات میں تطبیق کی دلیل: ہم نے اوپر روایات میں جو تطبیق بیان کی ہے اور احادیث کا مطلب اس انداز پر ذکر کیا ہے جس سے تینوں حدیثوں میں اتحاد اور جوڑ پیدا ہو گیا اور اختلاف ختم ہوا، اسکی دلیل سنن نسائی کی حدیث ہے، کیونکہ جب انگوٹھے ٹوکے برابر ہوں گے تو ہتھیلیاں خود بخود کندھوں کی سیدھ میں آ جائیں گی اور انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصے کے برابر ہو جائیں گے۔

غیر مقلدین کا اعتراف: غیر مقلد علامہ وحید الزمان صاحب نے

”کہاں تک ہاتھ اٹھائے جائیں“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے: ”جمہور علماء کا عمل اور بیان ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں مونڈھوں تک اس طرح اٹھایا جائے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر تک پہنچ جائیں اور انگوٹھے کانوں کی ٹوکا رہیں۔“ (ترجمہ مسلم ج ۲ ص ۱۸)

☆ ☆ کچھ سوالات ☆ ☆

(۱) صحیح مسلم کی دوسری حدیث جس میں کانوں کے بالائی حصے تک اٹھانے کا ذکر ہے کے خلاف کرتے ہوئے صرف کندھوں تک اٹھانے والے کی نماز صحیح ہے یا فاسد؟ جو غیر مقلد احناف کی ضد میں اس پر عمل نہیں کرتا اس کے اسلام پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ نیز جو غفلت سے اس حدیث پر عمل نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھانا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نہ اٹھانے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہے یا نماز فاسد ہے؟

(۳) حضرت وائل رحمہ اللہ جو متاخر الاسلام ہیں کی حدیث سے کندھوں تک اٹھانے کی حدیث منسوخ کیوں نہیں؟ نیز نسخ کا قاعدہ قرآنی آیات و احادیث صحیحہ سے بیان کریں۔

☆ ☆ ☆ ☆

دلیل علیہ السلام

ہاتھ باندھنے کی کیفیت

ہمارے احناف کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی پٹلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں اور انگوٹھے اور چنگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑیں اور درمیان کی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھیں۔
دلیل : اس مسئلہ میں احادیث تین قسم کی ہیں۔

(۱) حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ کی روایت میں ہے۔ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى كَمَا تَمْسِكُ يَدُ الْبَاسِطِ بِرُكْحَى۔ (مسلم ص ۷۳ ج ۱)

(۲) حضرت ہلب رحمہ اللہ کی روایت میں ہے يَتَأَخَذُ بِشِمَالَةِ يَمِينِهِ كَمَا تَمْسِكُ يَدُ الْبَاسِطِ بِرُكْحَى۔ (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

(۳) حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ، قَالَ أَبُو حَازِمٍ: لَا أَغْلَمُهُ إِلَّا بِنَسِي ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ اسْمَاعِيلُ: يُمْنِي ذَلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يُمْنِي (صحیح البخاری باب وضع الیمنی علی الیسری) کہ لوگوں کو کہا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

فائدہ : ہمارے قائلے ہوئے طریقہ پر تینوں قسم کی صحیح حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے، کیونکہ جب دائیں پٹلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھا تو "حدیث نمبر ۱" پر عمل ہوا، جب انگوٹھے اور چنگلی سے گٹے کو پکڑا تو "حدیث نمبر ۲" پر عمل ہوا اور جب تین انگلیوں کو بائیں کلائی پر رکھا تو "حدیث نمبر ۳" پر عمل ہوا۔

تطبیق کی دلیل : ہم نے احادیث میں اتحاد، جوڑ اور تطبیق کی جو صورت پیش کی ہے اس کی دلیل امام نسائی رحمہ اللہ نے حدیث وائل رحمہ اللہ کے ذریعہ پیش فرمائی ہے۔

حضرت وائل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی نماز کو دیکھا "فَقَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَا ثَابُذْنِيهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالْوُسْعُ وَالشَّاعِدُ" (مسنن النسائي ص ۱۳۱) یعنی پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت، گٹے اور کلائی پر رکھا۔

نسائی کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے کو چھوڑ کر کہنی کی طرف بازو کو پکڑنا حدیث کے خلاف ہے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

☆☆☆☆

بَابُ الْوُضُوءِ

ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا چاہئے

ہم اہل السنۃ والجماعۃ احناف کے نزدیک ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھنا احسن اور بہتر طریقہ ہے، اگر کسی نے ناف پر ہاتھ باندھے تو بھی درست ہے البتہ سینہ پر ہاتھ باندھنا مردوں کے لئے درست نہیں۔

نوٹ : خواتین کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا اجماع سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَأَمَّا فِي حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصُّدْرِ (المعابة ۱۵۶/۲) "عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ رکھنا ہے۔"

دلائل : صحیح حدیث اور آثار صحابہ و تابعین رحمہم اللہ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہے جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک بھی صحیح حدیث نہیں، نیز صحاح ستہ میں کسی ایک صحابی یا تابعی رحمہم اللہ کا قول یا عمل بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا نہیں۔

(۱) عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِيهِ ۞ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ۞ وَضَعَ

يَدَيْهِ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۲۷/۱)

"حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ۞ کو دیکھا

آپ ۞ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے

رکھا (باندھا)

فائدہ : تحت السرة کے الفاظ تین نسخوں میں ہیں

۱۔ جس سے مصر کے محدث قاسم نے نقل کیا ہے۔

۲۔ محمد اکرم نصرپوری کا نسخہ

۳۔ مفتی مکہ المکرمۃ شیخ عبدالقادر کا نسخہ

توثیق حدیث

۱۔ محدث قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هذا سند

جید" کہ اس کی سند جید ہے (بذل المجہد ص ۲۳ ج ۲)

۲۔ محدث ابوالطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "هذا حديث

قوي من حيث السند" یہ حدیث سند کے لحاظ سے مضبوط ہے (حوالہ بالا)

۳۔ علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وخالہ ثقاة" اس

کے راوی ثقہ ہیں۔

کلام علی سند الحدیث : (۱) وکیع رحمہ اللہ امام

احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ أَوْعَى لِلْعِلْمِ مِنْ وَكَيْعٍ وَلَا أَخْفَظَ مِنْهُ (تہذیب التہذیب ص ۷۹ ج ۲) میں نے وکیع سے زیادہ کسی کو علم کو محفوظ کرنے والا اور یاد کرنے والا نہیں دیکھا۔

ابن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ وَكَيْعٍ (تہذیب التہذیب ص ۸۰ ج ۲) میں نے وکیع سے کسی کو افضل نہیں دیکھا۔

(۲) مُوسَى بْنُ عُقَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ابْنُ مَعِينٍ وَأَبُو حَاتِمٍ: مُوسَى بْنُ عُقَيْبٍ ثِقَةٌ وَمِثْرَانِ الْأَعْدَالِ ص ۷۹ ج ۳) فرماتے ہیں: موسی بن عقیب ثقہ ہیں۔

قَالَ الْخَافِضُ: وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ وَأَبُو حَاتِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ نُسَيْرٍ وَالْخَطِيبُ وَالْعَجَلِيُّ وَالذَّوْلَابِيُّ: أَنَّ مُوسَى بْنَ عُقَيْبٍ ثِقَةٌ (تہذیب ص ۵۵۸ ج ۵)

حافظ رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ یہ چھ حضرات فرماتے ہیں کہ موسی بن عقیب ثقہ ہیں۔

(۳) عَلْقَمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ الذَّهَبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي مِيزَانِهِ: عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ خَنْبَرٍ صَدُوقٌ (مِثْرَانِ الْأَعْدَالِ ص ۷۰ ج ۳) فرماتے ہیں: کہ علقمہ سچے ہیں۔

وَقَالَ الْخَافِضُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثَّقَاتِ وَذَكَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ وَقَالَ: كَانَ ثِقَةً لَبِيلُ الْخَلْدِثِ (تہذیب ص ۷۰ ج ۳)

فرماتے ہیں کہ علقمہ رحمہ اللہ کو ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں میں سے شمار کیا ہے اور ابن سعد نے اہل کوفہ میں طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے اور کم حدیث بیان کرتے۔

﴿عمل و آثار صحابہ و تابعین﴾

(۱) قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ هَلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَبْرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلَى بَاسِطِهِ فِي الصَّلَاةِ وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعُهَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعُهَا تَحْتَ السُّرَّةِ وَكُلُّ ذَلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ (ترمذی ص ۵۹ ج ۱)

ترجمہ از علامہ بدیع الزماں غیر مقلد: (امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی) ابو عیسیٰ نے کہا: حدیث ہلب کی حسن ہے اور اسی پر عمل ہے اہل علم کا صحابہ اور تابعین سے اور جو بعد ان کے تھے، کہتے تھے کہ رکھے ہاتھ واہنا اپنا بائیں پر نماز میں، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ان دونوں کو ناف کے اوپر، اور کہا بعضوں نے کہ رکھے ناف کے نیچے، یہ سب جائز ہے ان کے نزدیک (جائز الشعری ج ۱)

نوٹ: یہاں خود غیر مقلد مولوی صاحب نے بھی ”فوق السرة“ کا ترجمہ نہیں کیا، اور

”ے“، اور ”کے“ کا فرق ظاہر ہے۔

نوٹ : حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ عی کی نظر میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا عمل کسی ایک صحابی، تابعی یا تبع تابعی کا نہ تھا ورنہ اس موقع پر ضرور نقل فرماتے۔

(۲) امام بخاری کے استاذ حضرت امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ عی نے سند صحیح سے حضرت ابوجبلو تابعی رحمہ اللہ عی کا عمل یوں نقل فرمایا ہے: ”وَبَجَعْلُهُمَا اسْفَلَ مِنَ السَّرَّةِ“ کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۷ ج ۱)

﴿اشکالات و جوابات﴾

اشکال نمبر ۱: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تحت السرة کے الفاظ بعض نسخوں میں نہیں لہذا یہ احناف کا منکھوت اضافہ ہے جو حجت نہیں۔

جواب : (۱) یہ ان کا خالص جھوٹ ہے ورنہ شہادت شرعیہ سے ثابت کریں کہ فلاں حنفی نے فلاں سن میں فلاں مہینے میں فلاں تاریخ کو فلاں نسخہ میں یہ اضافہ کیا۔

(۲) علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ عی (متوفی ۷۱۰ھ) نے نویں صدی میں مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک نسخہ سے ”تحت السرة“ کا اضافہ نقل کر کے فرمایا: ”إِنَّ هَذَا سَنَدٌ جَيِّدٌ“ کہ اس کی سند جید اور قابل حجت ہے۔ لیکن ان پر

اس وقت کسی محدث نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ اضافہ احناف کا منکھوت اضافہ ہے۔ ورنہ پوری دنیا کے غیر مقلد اس محدث کا نام بتائیں جنہوں نے انکار کر کے اس نسخہ کو غلط کہا ہو۔

اشکال نمبر ۲: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں زیادہ ہیں، لہذا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیثوں پر سینہ پر ہاتھ رکھنے والی حدیثوں کو ترجیح ہوگی۔

جواب : (۱) جھوٹ بولتے ہیں ایک صحیح حدیث بھی ان کے پاس نہیں (مدلل نماز)

(۲) ان کے پاس سب سے مضبوط اور صریح دلیل حدیث ابن خزیمہ ہے اور وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

جرح علی سندہ :

(۱) مؤمل بن اسماعیل : یہ ضعیف ہے۔

علامہ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں: اسنادہ ضعیف لَانْ مُؤَمَّلًا وَ هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ سَيِّءُ الْحِفْظِ (صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳) کہ اس کی سند کمزور ہے کیونکہ مؤمل جو اسماعیل کے بیٹے ہیں، کا حافظہ صحیح نہیں۔

اعتراض : مؤمل بن اسماعیل کو ضعیف کہنا درست نہیں کیونکہ وہ صحیح بخاری کا راوی ہے۔

جواب : یہ اعتراض درج ذیل وجوہ کی بناء پر مدفوع اور باطل ہے
(۱) مؤمل بن اسماعیل کو خود آپ غیر مقلدین کے سرخیل علامہ ناصر
الدین البانی صاحب نے سیء الخط کہہ کر اس کی وجہ سے سند کو ضعیف کہا ہے
(ابن خزیمہ ۲۹۳/۱) لہذا آپ کا یہ اشکال پہلے البانی صاحب پر وارد ہے وہ جو
جواب دیں وہی ہمارا جواب بھی تصور کیا جائے۔

(۲) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر اصالتہ نہیں فرمایا
بلکہ تعلیقاً اس کو ذکر کیا ہے نیز امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کی ملاقات بھی نہیں
ہوئی لہذا اس ذکر سے ان کا ثقہ ہونا ثابت کرنا درست نہیں۔ اسی وجہ سے
حافظ رحمہ اللہ نے بھی اس پر جرح کرتے ہوئے اسے کثیر الخطأ فرمایا ہے۔

قَالَ الْخَافِضُ ابْنُ خَنْبَرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ قَوْلُهُ : (وَقَالَ مُؤْمِلٌ) بِوَأَبٍ
مُهْمُوزَةً وَزُنْ مُحْمَدٍ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَصْرِيِّ نَزِيلٌ
(مَكَّةَ) ، أَدْرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يَلْقَهُ لِأَنَّهُ مَاتَ مَسْنَةً سِتٍّ وَ مِائَتَيْنِ وَ ذَلِكَ
قَبْلَ أَنْ يَرْحَلَ الْبُخَارِيُّ وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْهُ إِلَّا تَغْلِيظًا وَهُوَ ضَعُوفٌ مُجْتَبَرٌ
الْخَطَأُ قَالَهُ أَبُو خَاتِمٍ الرَّازِيُّ (فتح الباری ۱۳/۵۱)

ترجمہ: فرماتے ہیں: مؤمل سے ابن اسماعیل ابو عبد الرحمن البصری
مراد ہیں جو کہ مکہ کا باشندہ تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا زمانہ پایا لیکن
ان سے ملاقات نہیں ہو سکی، کیونکہ مؤمل ۲۰۶ ہجری میں، امام بخاری رحمہ اللہ
کے (مکہ) کوچ کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ اسی بناء پر امام بخاری

رحمہ اللہ نے ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے اور ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے
فرمایا ہے کہ مؤمل صدوق ہیں لیکن حافظ کی خرابی کی وجہ سے کثیر الخطأ ہیں۔

(۳) علامہ کرمانی اور حافظ یعنی رحمہ اللہ دونوں حضرات اس پر متفق
ہیں کہ یہاں مؤمل سے ابن ہشام مراد ہیں نہ کہ ابن اسماعیل۔ جس سے معلوم
ہوا کہ معترض کا مؤمل صحیح بخاری میں ہیں ہی نہیں۔ لہذا "فَوَاعِدُ مَسْكَم"
آیت کے پیش نظر جب دو عادل مردوں کی شہادت آگئی تو اسے بلا چون و چرا
قبول کر لینا چاہیے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الْكَرْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : (مُؤْمِلٌ) بِمُفْعُولِ التَّائِيْلِ ابْنِ
هَشَامٍ . (الکرمانی ۲۴۹/۱۶۰)

قَالَ الْخَافِضُ الْغُبَيْثِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ : وَقَالَ مُؤْمِلٌ رِغْبَى ابْنِ هَشَامٍ أَخَذَ
مُتَابِعَ الْبُخَارِيِّ عَنْ عُلْفَمَةَ (عبد القاری ۱۶/۳۴۹)

الحاصل علامہ کرمانی اور حافظ یعنی رحمہ اللہ ان دو حضرات کے
زردیک تو یہ مؤمل سرے سے وہ نہیں جو سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایت میں
ہے کیونکہ وہ اسماعیل کا بیٹا ہے اور یہ ہشام کا بیٹا۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے
اگرچہ اسے اسماعیل کا بیٹا تسلیم کیا ہے لیکن ساتھ ساتھ اس پر جرح بھی نقل
فرمائی ہے۔

(۲) سفیان (۳) عاصم بن کلیب : ان حضرات کو خود
غیر مقلدین نے "ترک رفع" کی بحث میں ضعیف اور ناقابل استدلال قرار

دیا ہے۔

اشکال نمبر ۳: سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ابن خزیمہ میں ہے۔ اور ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح ہیں، لہذا یہ حدیث بھی صحیح ہوگی اور اس کو ضعیف کہنا غلط ہوگا۔

جواب: قال ابن حجر المذہبی: قال عطاء اللہین: وَكَمْ حَكَمَ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِالصَّحَّةِ لِمَا لَا يَرْفُقُ رُتْبَةُ الْحَسَنِ الْخ (ہامش درہم الصرۃ ص ۸۱)

ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ ابن خزیمہ نے ایسی کتنی حدیثوں کو صحیح کہا ہے جو "حسن" کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتیں۔ لہذا ابلا تحقیق ابن خزیمہ کی حدیث معتبر نہیں۔

اشکال نمبر ۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَضِّلْ لِرَبِّكَ وَانْخَرْ (الایہ) کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینہ پر باندھ دیا۔ (البیہقی ص ۲۳۰)

جواب: علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فِي سَنَدِهِ وَفَتْحِهِ إِخْطَرَاتٌ" (الجوہر النقی ص ۲۳۰) اس روایت کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے (لہذا قابل استدلال نہیں)۔

اشکال نمبر ۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورہ کوثر کی

آیت "فَضِّلْ لِرَبِّكَ وَانْخَرْ" سے متعلق فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھئے نماز کے اند (بخاری ص ۲۳۱)

جواب: یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی "رَوْحُ بْنُ الْمُسْتَبِيرِ" ہے، جو ضعیف ہے۔

ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "يُرْوَى عَنْ ثَابِتٍ وَبُزَيْنَةَ الرِّقَاشِيِّ أَحَادِيثٌ غَيْرَ مَحْفُوظَةٍ" کہ یہ روایت ثابت اور بزنید سے غیر محفوظ حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ (الجوہر النقی ص ۲۳۰، میزان الاعتدال ص ۵۰ ج ۲)

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "يُرْوَى الْمُؤَدَّبُ غَابَ لَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ" کہ وہ گھڑی ہوئی روایات روایت کرتا ہے لہذا اس سے روایت لینا حلال اور جائز نہیں۔ اسی طرح اس کی سند کا دوسرا راوی عمرو الکندی بھی ضعیف ہے۔

قال ابن عبدی رحمہ اللہ: "عَمْرُو الْكِنْدِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ غَنِ الثَّقَاتِ يَسْرِقُ الْحَدِيثَ" (الجوہر النقی ص ۲۳۰) ابن عدی فرماتے ہیں کہ عمرو الکندی منکر الحدیث ہے، ثقہ لوگوں سے حدیث چراتا ہے۔ ضعفہ (الکندی) ابو یعلیٰ الموصلی ذکرہ ابن الجوزی، یعنی ابو یعلیٰ موصلی نے عمرو کندی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجوہر النقی ص ۲۳۰ ج ۲)

﴿جبال العلم حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ارشادات﴾
(۱) ملک العلماء امام کاسانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں: "وَأَمَّا مَخْلُ"

الْوَضْعُ فَمَا تَحْتَ الشُّرَّةِ فِي خَلِّ الرَّجَالِ " کہ مردوں کے لئے ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی جگہ ناف کے نیچے ہے۔ (بدائع الصنائع ۱/۲۰۱)

(۲) شمس الانامہ سرحدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَأَمَّا مَوْضِعُ الْوَضْعِ فَأَلَا فُضِّلَ عِنْدَنَا تَحْتَ الشُّرَّةِ " کہ ہاتھ (باندھ کر) رکھنے کی افضل جگہ ہمارے نزدیک ناف کے نیچے ہے۔ (المسوطہ ۱/۲۹۹)

(۳) امام برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَيُغْتَمَلُ بِيَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ الشُّرَّةِ " کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ (الہدایۃ ۱/۱۰۶)

(۴) محقق ابن الہمام رحمہ اللہ نے بھی "تَحْتَ الشُّرَّةِ" ہی کو رائج قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ۱/۲۴۹)

(۵) محقق زمان امام قاضی خان رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: "يَضَعُ بِيَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ الشُّرَّةِ " کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھے گا۔ (المخانیۃ علی هامش الہندیۃ ۱/۸۸۷)

(۶) حافظ عینی رحمہ اللہ نے بھی "تَحْتَ الشُّرَّةِ" ہی کو ترجیح دی ہے۔ (البیۃ ۱/۶۰۹، عمدۃ القاری ۴/۳۸۹)

(۷) علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے بھی "تَحْتَ الشُّرَّةِ" ہی کو رائج فرمایا ہے۔ (البحر الرائق ۱/۵۳۸)

(۸) ملا علی القاری رحمہ اللہ نے بھی "تَحْتَ الشُّرَّةِ" ہی کو رائج فرمایا ہے۔ (المروقات ۹/۲۵۵)

(۹) مفتی شام امام طحاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "فَالْوَضْعُ مُطْلَقًا سُنَّةٌ وَ كَوْنُهُ تَحْتَ الشُّرَّةِ سُنَّةٌ أُخْرَى أَبْوُ السُّعُودِ " کہ ہاتھ باندھ کر رکھنا جدا سنت ہے اور ناف کے نیچے رکھنا الگ سنت ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۱۳)

(۱۰) عالم باعمل مفتی شام علامہ علاء الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَ كَوْنُهُ تَحْتَ الشُّرَّةِ لِلرَّجَالِ " یعنی مردوں کے لئے یہ ہے کہ ہاتھ باندھ کر ناف کے نیچے رکھے۔ (رد المحتار ۲/۴۷۱)

☆ ☆ سوالات ☆ ☆

(۱) صحیح مسلم کی حدیث میں دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے، اور اس کا ظاہری معنی وہی ہے جو مصافحہ میں "ید" کے لفظ کا کیا جاتا ہے، جس طرح وہاں "ید" سے مراد پٹنجے اور گئے تک ہاتھ ہے اسی طرح یہاں بھی یہی مراد ہوگی، لہذا اس حدیث کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ان احادیث میں جب تطبیق اور جوڑ کی صورت موجود ہے، تو اسے چھوڑ کر بعض احادیث پر عمل کرنا اور بعض کو بیکار چھوڑنا، کیا (نام نہاد) اہلحدیث کا کام یہی ہے؟

(۳) حدیث مسلم اور حدیث نسائی کی مخالفت کر کے کہنی پکڑنے

سے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۴) ہاتھ باندھنا فرض ہے یا واجب یا سنت اور مستحب؟ نہ باندھنے والوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور بھولے سے نہ باندھنے سے کچھ سہواً جب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۵) جو لوگ نماز میں کہنی نہیں پکڑتے بلکہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کی حدیث کے مطابق ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب آیات و احادیث صحیحہ غیر متعارضہ سے دینا ضروری ہے۔ ورنہ غیر مقلدیت سے تو یہ کا اعلان۔

☆☆☆☆

واللہ اعلم

مسئلہ رفع الیدین

ہمارے احناف کے نزدیک عام نمازوں میں تکبیر تحریم کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے، اس کے علاوہ کہیں بھی سنت نہیں۔

☆☆ ترک رفع کے دلائل ☆☆

(۱) آیہ کریمہ: ﴿قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: الَّذِينَ هُمْ فِي

صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (المومنون آیت ۲)

اس کا معنی تاج المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کیا ہے: مُخْبِتُونَ مُتَوَاضِعُونَ لَا يَلْتَخِطُونَ يَمِينًا وَلَا شِمَالًا وَلَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ (تفسیر ابن عباس ۳۵۹) خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے۔

تسمیہ: تکبیر اول کی رفع "فی الصلوة" نہیں بلکہ خارج الصلوة ہے کیونکہ حنفیہ کے ہاں تکبیر اول شرط ہے رکن نہیں کما لا یخفی، اور عیدین و وتر جدا نمازیں ہیں ان کو عام نمازوں پر قیاس کرنا درست نہیں، اور عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ عادیہ کی طرف جو رفع کا عمل منسوب کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور ان کے قول کے خلاف ہے۔

احادیث مبارکہ

(۱) حدیث ابی حمید الساعدی رحمہ اللہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا نَحْنُ أَحْفَظُكُمْ لَصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَمَعَ أَمَكْنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ حَضَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَغُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضَتُهُمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلَيْهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخَرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ

(صحیح بخاری صفحہ ۱۱۳ جلد ۱)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ عادیہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت نبی

اکرم ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ کی نماز تم سب سے مجھے خوب یاد ہے میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کیا تو مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑ لیا پھر کمر کو برابر کیا پھر جب سر اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر مورہ اپنی جگہ واپس آ گیا اور جب سجدہ کیا تو ہاتھوں کو اس طرح رکھا کہ نہ تو زمین پر بچھائے ہوئے تھے اور نہ ہی بندھے اور پاؤں کی انگلیوں کے کنارے قبلہ کی طرف کئے ہوئے تھے پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ گئے تو بائیں پیر پر بیٹھ گئے اور دائیں کو کھڑا کیا پھر جب آخری رکعت پر بیٹھ گئے تو بائیں پیر کو آگے نکال دیا اور دوسرے کو کھڑا کیا اور سرین پر بیٹھ گئے۔

طرز استدلال: اس موقع پر حضرت ابو حمید الساعدی رحمہ اللہ کا مقصود نماز کے افعال بتانا ہے نہ کہ اقوال و اذکار۔ حنفیہ جس طرح پوری نماز میں صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہیں اس حدیث صحیح میں بھی صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔

اعتراض نمبر ۱: اس حدیث میں جس طرح رکوع کی رفع کا ذکر نہیں اسی طرح ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں تو جس طرح اسکے عدم ذکر سے نفی نہیں ہوتی، رفع کے عدم ذکر سے بھی رفع کی نفی نہ ہوگی؟

جواب : ہاتھ باندھنے کے فعل پر رکوع کی رفع کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو حمید ؓ کی نظر میں ہاتھ باندھنے کی زیادہ اہمیت نہ تھی یا ذہول ہو گیا جبکہ رفع یدین میں اس قسم کی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ شروع میں ذکر کرنا اس کی اہمیت اور عدم ذہول کی واضح دلیل ہے لہذا سیدھی اور صاف بات جو انصاف پر مبنی ہے وہ یہی ہے کہ رکوع کے وقت رفع نہیں تھی اس وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔

اعتراض نمبر ۲ : ترمذی، ابوداؤد وغیرہما میں یہی حدیث ابو حمید الساعدی موجود ہے اس میں رکوع کی رفع کا ذکر بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عدم ذکر نفی کے لئے نہیں؟

جواب : اولاً رات دن بخاری، مسلم کی رٹ لگا کر یہ دعویٰ کرنے والے کہ ہماری دلیل بخاری و مسلم میں ہے، کو یہ زب نہیں دیتا کہ وہ بخاری شریف کی حدیث کے مقابلہ میں کسی دوسری کتاب کی حدیث پیش کر کے کہے کہ بخاری کی حدیث ناقص ہے۔

ثانیاً ترمذی، ابوداؤد کی روایت پر کلام موجود ہے، محدثین نے اس کے بعض روایات پر جرح کی ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر کریں گے۔

اعتراض نمبر ۳ : اس حدیث میں ”توڑک“ کا بھی ذکر ہے جس پر حنفیہ کا عمل نہیں، تو یہ آدھا تیرا آدھا شیر کا معاملہ کیوں؟

جواب : حنفیہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افضل اور بہتر صورت بیٹھنے کی، افتراش کی ہے اور یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے، اس حدیث میں جس صورت کا بیان ہے وہ بیان جواز یا عذر پر محمول ہے لہذا ہم اس حدیث کے تارک نہیں جس کا بدن بھاری ہو یا معذور ہو اس کا حکم ہمارے احناف کے ہاں بھی یہی ہے۔

سوال نمبر ۱ : وہ صحیح حدیث جس میں افتراش کی صورت کا ذکر ہے کس کتاب میں ہے؟ مع صفحہ تحریر کیجئے۔

جواب : وہ حدیث صحیح، صحیح مسلم صفحہ ۱۹۴-۱۹۵ جلد ۱ پر ہے نیز امام نووی رحمہ اللہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حنفیہ کی صریح دلیل ہے۔

سوال نمبر ۲ : اگر کوئی کہے کہ یہ صورت عذر اور بیان جواز پر محمول ہے اور توڑک کی صورت اصل سنت ہے تو؟

جواب : یہ دو (۲) وجہ سے درست نہیں۔

(۱) معذور کے لئے توڑک آسان ہے افتراش مشکل ہے۔

(۲) افتراش میں چونکہ اعضاء چست رہتے ہیں اور توڑک کی نسبت اس میں تعب اور تھکاوٹ بھی زیادہ ہے اس لئے اصل و افضل صورت افتراش ہی کی ہونی چاہیے دیکھئے نماز کے دوسرے افعال میں بھی چستی کا لحاظ رکھا گیا ہے جیسے سجدہ میں ہاتھ زمین سے دور، بازو پہلو سے دور اور پیٹ ران سے دور ہونے کے حکم میں چستی ظاہر ہے۔

(۲) حدیث جابر بن سمرہ ؓ

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ؓ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَالِي أَرَاكُمْ زَافِعِي أُيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسِ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ. (مسلم صفحہ ۱۸۱ جلد ۱)

ترجمہ : حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس (اس حال میں کہ ہم نوافل وغیرہ میں مصروف تھے) حضرت رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے پھر فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم مست شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے ہو، نماز میں سکون سے رہو۔

طرز استدلال : اس حدیث میں ”اسکُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ کے جملے نے تکبیر اول اور سلام کے درمیان پوری نماز میں سکون کا حکم دے کر بتا دیا کہ اس درمیان میں رفع یدین نہیں، اور ”مَالِي أَرَاكُمْ زَافِعِي أُيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسِ“ کے جملے نے اس رفع کو جو پہلے تہی منسوخ کر دیا۔

فائدہ : کہ حنفیہ کا پورا مسئلہ ثابت ہو گیا۔

اعتراض نمبر ۱ : یہ حدیث سلام کے وقت رفع یدین کے نسخ سے متعلق ہے جیسا کہ اس سے قبل حضرت جابر ؓ کی حدیث سلام سے متعلق ہے۔

جواب : اس حدیث کو اس حدیث کے تابع کرنا تین وجہ سے درست نہیں۔

(۱) اُس میں جماعت کی نماز کا قصہ ہے جب کہ یہاں تنہا نفل نماز

وغیرہ کا ذکر ہے۔

(۲) اُس میں سلام کے وقت رفع کی تصریح ہے جب کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں۔

(۳) اس میں ”اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ“ کہ نماز میں سکون سے رہو، کی تصریح ہے کہ پوری نماز میں سکون کا حکم ہے جب کہ اُس حدیث میں اس طرح عام حکم نہیں بلکہ اس میں خاص سلام کے وقت کا حکم بتایا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۲ : امام نووی رحمہ اللہ نے اس کو سلام کے وقت رفع پر محمول کیا ہے۔

جواب : وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں ان کی تاویل ہم احناف پر حجت نہیں اور غیر مقلدین (جو ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے آزاد ہیں) کے لئے مفید نہیں۔

اعتراض نمبر ۳ : یہ حدیث تکبیر اول کے وقت رفع یدین کے بھی تو خلاف ہے پھر وہ کیوں کرتے ہو؟

جواب : دو وجہ سے : (۱) ہمارے احناف رحمہم اللہ کے نزدیک تکبیر اول اور رفع یدین خارج الصلوٰۃ ہیں، فی الصلوٰۃ نہیں۔ (۲) اس پر اجماع ہے اور اجماع ہمارے ہاں مستقل دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۴ : اس حدیث میں رفع یدین سے رکوع وغیرہ کی رفع مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز میں ادھر ادھر ہاتھ نہ ہلاؤ۔

جواب : یہ اعتراض تو اس پر مبنی ہے کہ صحابہ ؓ کی نماز خشوع و خضوع کے

بغیر ہو رہی تھی "خاشا و کُلا" حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ وہ تنے کی طرح بے جان و بے حرکت کھڑے ہوتے تھے معلوم ہوا کہ یہ وہی رفع ہے جس کی شروع میں اجازت تھی یعنی رکوع سے قبل و بعد وغیرہا۔

سوال : کیا کسی حنفی نے اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے؟

جواب : جی ہاں ! ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وَلَيْسَ فِي غَيْرِ الشَّحْرِ نَبْذُ رَفْعٍ بَدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِحَبْرٍ مُسْلِمٍ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ : حَرَّجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْخ (مرقاۃ صفحہ ۵۰۴ جلد ۲)

ترجمہ : حدیث مسلم عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بحکیر تحریم کے سوا کہیں بھی رفع نہیں۔

(۳) حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ خَلَوْ فَنَكَبَهُ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يُرْفَعُ رَأْسُهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يُرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (مسند حمیدی صفحہ ۷۷ جلد ۲، مسند ابی حاتم صفحہ ۲۴ جلد ۱)

ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو ہاتھ نہیں اٹھائے اور نہ سجدوں کے درمیان اٹھائے۔

طرز استدلال : اس حدیث میں تصریح ہے کہ شروع میں ہاتھ اٹھاتے (یہی حنفیہ کا مسئلہ ہے) اور اس کی بھی تصریح ہے کہ رکوع سے قبل و بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے (حنفیہ بھی یہی کہتے ہیں) یہ حدیث صحیح حنفیہ کی صریح دلیل ہے اس سے ثبوت و حنفی دونوں دعویٰ ثابت ہو گئے۔ (الجامع للحدیث فی فضائلہ)

اشکال : اس حدیث میں "فَلَا يُرْفَعُ" کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے، شاذ ہے۔

جواب : مولوی ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی اپنے ایک رسالہ میں اس بات پر زور لگایا کہ "فَلَا يُرْفَعُ" شاذ ہے لیکن اس کو شاذ ثابت نہ کر سکے کیونکہ شاذ کو ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس حدیث کے مقابلہ میں ایسی صحیح حدیث دکھاتے جو محفوظ بھی ہو اور اس میں یہ جملہ بھی ہو کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے رہے (کیونکہ سالیہ جزئیہ کی نقیض موجب کلیہ آتی ہے مہملہ اور جزئیہ اس کی نقیض نہیں بنتی) مگر وہ قضیہ مہملہ ہی دکھاتے ہیں چونکہ مولوی ارشاد الحق کا یہ جواب ان کی جماعت کو بھی پسند نہ آیا اس لئے ان کا یہ رسالہ چند دنوں میں مرحوم ہو گیا۔

اشکال : دمشق کے مکتبہ طاہرہ میں جو مسند حمیدی کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگرچہ "یُرفَعُ یدَیہ" کا جملہ رکوع کے ساتھ نہیں تو "فَلَا يُرْفَعُ" بھی نہیں لہذا یہ حدیث اگر رفع کی دلیل نہیں تو ترک رفع کی دلیل بھی نہیں۔

جواب : مسند حمیدی کے قلمی نسخے کئی ہیں، اگر اس ایک قلمی نسخے میں

”لا یرفع“ نہیں، تو درج ذیل قلمی نسخوں میں ”لا یرفع“ کا جملہ موجود ہے۔

- ۱۔ نسخہ سعیدیہ ۲۔ نسخہ دیوبندیہ ۳۔ نسخہ عثمانیہ ۴۔ نسخہ کنڈیاں شریف، لہذا اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں، اس جملہ کا انکار صراحۃً نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیث کا انکار ہے۔

تبصرہ: مزید مزید بات یہ ہے کہ مسند حمیدی کا نسخہ دیوبندیہ میاں نذیر حسین غیر مقلد کے دو شاگردوں نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینی کا لکھا ہوا ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں۔

مدونہ صفحہ ۱۶۶ جلد ۱ پر صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ان الفاظ میں موجود ہے۔ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ خَذُوْهُمَا مَبْكِيْنِهِ اِذَا افْتَتَحَ الْكُتُبَ لِلصَّلَاةِ۔ یہ حدیث بھی دو وجہ سے ترک رفع کی دلیل ہے:

(۱) اس میں جزاء شرط پر مقدم ہے جو کہ مفید حصر اور تخصیص ہے۔

(۲) مدونہ میں اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال کیا ہے۔

(۴) حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «أَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّيْ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِيْ أَوَّلِ مُوَقَّةٍ» (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

ترجمہ: علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نے فرمایا، کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاؤں پھر نماز پڑھی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا اور بس۔

توثیق حدیث:

(۱) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ حَسَنٌ،

(ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

(۲) اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور تلقی بالقبول صحت حدیث کی

بہت بڑی علامت اور دلیل ہے۔ (شرح نخبہ الفکر صفحہ ۲۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ حَسَنٌ وَبِهِ

يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْتَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ، (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور صحابہ و تابعین میں سے بے شمار اہل علم یہی کہتے ہیں اور یہی قول سفیان اور اہل کوفہ کا ہے۔

(۳) علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی اس کو صحیح کہا ہے، قَالَ صَاحِبُ

الْجَوْهَرِ: فَإِنَّ ابْنَ حَزْمٍ ضَخَّخَهُ فِي الْمَحَلِّ، (الجزء الثاني من

البيان ص ۷۷ ج ۲)

(۴) علامہ ماردینی رحمہ اللہ نے بھی اس کی توثیق فرمائی ہے، فرماتے

ہیں: «وَالْحَاصِلُ أَنَّ رِجَالَ هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ» (الجزء

الثاني ص ۷۸)

(۵) علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا دارودار عاصم بن کلیب پر ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن معین رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (نسب الراۃ صفحہ نمبر ۱۳۰ ج ۱)

(۶) امام ابن قنطار رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حوالہ ۱۱)

(۷) امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے۔ (حوالہ ۱۱)

(۸) امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ”کامل“ میں اسے صحیح فرمایا ہے۔ (الکوکب الدرۃ صفحہ ۱۳۲ بحوالہ نور العیاض)

(۹) محمد ظلیل براس غیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَحَسَنٌ التَّوَقُّدِيُّ. یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

(ماشیح کل صفحہ ۲۹۲ جلد ۲ بحوالہ نور العیاض)

(۱۰) علامہ احمد محمد شاہ غیر مقلد فرماتے ہیں: وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَمَا قَالُوهُ فِي تَعْلِيلِهِ لَيْسَ بِعَلَّةٍ. (شرح ترمذی صفحہ ۴۱ جلد ۲ بحوالہ نور العیاض)

”یہ حدیث صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس میں علل بیان کی ہیں وہ (صحیح نہیں کیونکہ) اس میں کوئی علت نہیں۔“

(۱۱) مولانا عطاء اللہ غیر مقلد فرماتے ہیں: ثُمَّ لَمْ يَعُدَّ كَ جَمْلَةٍ كَ

متعلق بعض لوگوں نے گفتگو کی ہے لیکن قوی اور مضبوط بات یہ ہے کہ یہ جملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ (الی قولہ) اور بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیقات حلیہ علی سنن الترمذی صفحہ ۱۲۳ جلد ۱ بحوالہ نور العیاض)

اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ”لَمْ يَبْسُطْ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ الْخ“ نقل کر کے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے۔

جواب نمبر ۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں مروی ہیں۔ (۱) قولی (۲) عملی یعنی جس میں خود عمل کر کے بتادیا، اعتراض کا تعلق قولی روایت سے ہے، عملی روایت پر کوئی اعتراض نہیں، دو وجہ سے۔ (۱) عملی روایت کو خود عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ روایت کر رہے ہیں دیکھو۔ (نسائی صفحہ ۱۱ جلد ۱)

(۲) عملی روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے دیکھو۔ (ترمذی صفحہ ۵۹ جلد ۱)

جواب نمبر ۲: بالفرض اگر عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے قول ”لَمْ يَبْسُطْ“ کا تعلق اس عملی روایت سے ہوتا جس سے ہم استدلال کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اگر ان کے ہاں ثابت نہیں ان کے سوا بہت سے جلیل القدر محدثین کے ہاں ثابت ہے۔

علامہ مارون بنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنْ غَدِمَ كَبُوْنُهُ عَنْهُ ابْنِ

الْمُبَارَكُ مُعَارِضٌ ثُبُوتِهِ عِنْدَ غَيْرِهِ فَإِنَّ ابْنَ حَزْمٍ صَحَّحَهُ فِي الْمُحْتَلَى وَ
خَسَنَهُ التَّرْمِذِيُّ وَقَالَ بِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ
وَالْتَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَاهْلِ الْكُوفَةِ، وَقَالَ الطُّحَاوِيُّ وَهَذَا مِمَّا لَا
اِخْتِلَافَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ فِيهِ، وَقَالَ صَاحِبُ الْإِمَامِ مُلَخَّصُهُ عَدَمُ ثُبُوتِهِ
عِنْدَ ابْنِ الْمُبَارَكِ لَا يَمْنَعُ مِنْ اِعْتِبَارِ حَالِ رِجَالِهِ الْخ. (المحجر المسمى على
هامش البيهقي الصفحة ۷۷ المجلد ۲)

اعترض ارض : یہ عبداللہ بن مسعود ؓ کی خطا اور نسیان کا نتیجہ ہے جیسے معوذتین
و فاتحہ کو قرآن تسلیم نہ کرنے اور تطبیق کرنے وغیرہ وغیرہ امور میں ان سے خطا
ہو چکی ہے۔

جواب نمبر ۱ : بھول اور نسیان سے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات محفوظ ہے انسان
سے نسیان صادر ہو سکتا ہے خود آپ ﷺ سے نسیان کا صدور ثابت ہے
(بخاری) کیا چند مرتبہ نسیان کے تحقق سے بدوں دلیل یہ فیصلہ کرنا درست ہے
کہ یہاں بھی نسیان اور خطا ہے؟ ہرگز نہیں جبکہ زیر نظر مسئلہ ترک رفع میں تو
آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ و تابعین ؓ کی جم غفیر بھی ہے۔

جواب نمبر ۲ : علامہ ابن حزم غیر مقلد لکھتے ہیں کہ معوذتین و فاتحہ کو قرآن
تسلیم نہ کرنے کی روایت جھوٹی اور موضوع ہے (مخفی ۱۳) والنفیض المزیذی
”نور الصباح“، اور ”وما خلق الذکر والانی“ کی جگہ ”والذکر والانی“ پڑھنا
اختلاف قراءت پر مبنی ہے، حضرت ابو ذر واد ؓ کی قراءت بھی یہی تھی، دیکھیے

صحیح بخاری ص ۵۲۹ و ۵۳۰ ۱۵۔

تطبیق کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا کہ ان کی رائے میں دونوں برابر ہوں
جیسے حضرت علی ؓ تطبیق اور گھنٹوں پر ہاتھ رکھنے کو برابر سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ
۱/۲۵۴، فتح الباری ۲/۲۸۷، بحوالہ النور)

دو مقتدیوں کے درمیان میں کھڑے ہونے کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل
بقول حافظ ابن القیم رحمہ اللہ ماضی اس لئے کیا کہ شاید ان میں سے ایک نابالغ
تھا۔ (بدائع الفوائد ۹۱، بحوالہ النور)

عرفات کے موقع پر جمع بین الصلوٰتین کے علم نہ ہونے کا اعتراض
نسائی کی اس روایت کے خلاف ہے عن ابن مسعود قال کان رسول
اللہ ﷺ يُصَلِّي الصَّلَاةَ لَوْ قُبِلَتْهَا إِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ، اس روایت میں
نماز عرفات کی تصریح ہے۔

(۵) حدیث براء بن عازب ؓ

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ؓ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ رَفَعَ
يَدَيْهِ إِلَى قُرْبَيْ مَنَ أذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَغُودُ. (سنن ابی داود الصفحة ۱۰۹ المجلد ۱)

”حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول
اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر
(پوری نماز میں یہ رفع کامل) دوبارہ نہ کرتے۔“

اعترض نمبر ۱ : امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے؟

جواب : امام ابو داود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تین طرق سے ذکر کیا ہے جن میں سے تیسرے طریق میں ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جو ضعیف ہیں، اس کی وجہ سے امام ابو داود نے "هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ" کہہ کر اسی خاص طریق کی تضعیف کی ہے اور شروع کے دونوں طریق پر انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور ان کا سکوت ان دونوں طریق کی صحت کی دلیل ہے۔

اعتراض نمبر ۲ : "ثُمَّ لَا يَغُودُ" کی زیادتی صرف "شریک" کا تفرقہ ہے چنانچہ امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زَوَىٰ هَذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ وَ خَالِدٌ وَ ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ وَ لَمْ يَذْكُرُوا "ثُمَّ لَا يَغُودُ"۔

جواب : "شریک" کا تفرقہ مسلم نہیں، کیونکہ ان کے بہت سے متابعات موجود ہیں۔ حافظ ماورینی رحمہ اللہ نے اسماعیل بن زکریا، ہشیم اور اسرائیل بن یونس وغیرہ سے بھی یہ زیادتی نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں "قُلْتُ، يَغَارِضُ هَذَا قَوْلَ ابْنِ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ رَوَاهُ هُشَيْمٌ وَ شَرِيكَ وَ جَمَاعَةٌ مَعَهُمَا عَنْ يَزِيدَ بِإِسْنَادٍ قَالُوا فِيهِ ثُمَّ لَمْ يَغُودَ وَ أَخْرَجَهُ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ كَذَلِكَ مِنْ رَوَايَةِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَكْرِيَّا عَنْ يَزِيدَ وَ أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخِلَافَاتِ مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ بْنِ شُمَيْلٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ هُوَ ابْنُ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ. (الجوهر النقي على هامش

البیهقی الصفحة ۷۶ المجلد ۲)

نیز خود سنن ابی داود میں یہی روایت "ثُمَّ لَا يَغُودُ" کی زیادتی کے ساتھ

شریک کے علاوہ سفیان کے طریق سے بھی مروی ہے۔ (سنن ابی داود صفحہ ۱۰۹ جلد ۱)

اعتراض نمبر ۳ : سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ یزید بن ابی زیاد جب تک مکہ مکرمہ میں تھے اس وقت تک "ثُمَّ لَا يَغُودُ" کی زیادتی کے بغیر روایت کرتے جب کوفہ آئے تو "ثُمَّ لَا يَغُودُ" کا جملہ روایت کرنا شروع کر دیا گویا اہل کوفہ نے اس جملہ کی ایسی تلقین کی، کہ وہ اس زیادتی کے روایت کرنے پر مجبور ہوئے، اس اعتراض کی طرف امام ابو داود رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے "قَالَ سَفْيَانُ قَالَ لَنَا بِالْكُوفَةِ بَعْدُ "ثُمَّ لَا يَغُودُ"۔

جواب : سفیان بن عیینہ کی طرف اس قول کی نسبت دو وجہ سے درست نہیں۔ (۱) امام بیہقی رحمہ اللہ نے سفیان کا یہ قول محمد بن حسین البر بھاری اور ابراہیم الرمادی کے واسطے سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں راوی انتہائی ضعیف ہیں۔ بر بھاری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بر قانی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کذاب ہے اور رمادی کے بارے میں خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "میزان الاعتدال" میں لکھا ہے کہ وہ سفیان بن عیینہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کرتا تھا جو انہوں نے نہیں کہے۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

نیز حافظ ماورینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : لَمْ يَسْرِ هَذَا الشَّيْءُ بِهَذِهِ الزِّيَادَةِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ كَذَا خُكَاةُ صَاحِبِ الْإِمَامِ عَنِ الْحَاكِمِ وَ ابْنِ بَشَّارٍ قَالَ فِيهِ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيٍّ وَ ذَمُّهُ أَحْمَدُ لَمَّا ضَعُفَ وَ قَالَ ابْنُ مَعِينٍ لَيْسَ

بَقِيَ لَكُمْ يَكُنْ بِكُنْبٍ عِنْدَ سُفْيَانَ وَمَا وَكَيْتَ فِي يَدِهِ فَلَمَّا قَطَعَ وَكَانَ يُنْمِلِي
غَلَى النَّاسَ مَا لَمْ يَقْلَهُ سُفْيَانُ. (الجواهر النقي الصفحة ۷۷ المجلد ۲)

الحاصل ان مجروحین کی روایت چنداں قابل اعتبار نہیں۔

(۲) تاریخی اعتبار سے بھی سفیان کی طرف اس قول کی نسبت بالکل غلط ہے کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید پہلے مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور بعد میں کوفہ آئے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یزید کی ولادت ہی کوفہ میں ہوئی تھی اور وہ ساری عمر کوفہ ہی میں رہے لہذا اہل کوفہ کی تلقین سے روایت کو بدلنے کا کوئی مطلب نہیں بنتا، مزید یہ کہ یزید کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی، اور سفیان کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی، گویا یزید کی وفات کے وقت سفیان کی عمر انتیس، تیس سال کے لگ بھگ تھی، اور خود سفیان بن عیینہ بھی کوئی ہیں اور ان کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ ۱۶۳ھ میں گئے تھے معلوم ہوا کہ سفیان جب مکہ گئے ہیں اس وقت یزید بن ابی زیاد کی وفات کو تقریباً ستائیس سال گزر چکے تھے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سفیان یہ حدیث یزید سے مکہ میں بھی سن لیں اور اس کے بعد کوفہ میں بھی؟ لہذا سفیان بن عیینہ کی طرف اس مقولہ کی نسبت درست نہیں۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲)

تنبیہ: یاد رکھئے! امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ کا جو مقولہ نقل کیا ہے اس میں اہل کوفہ کی تلقین کی کوئی صراحت نہیں بلکہ یہ ممکن ہے کہ یہ روایت دونوں طرح مروی ہو، اختصاراً، یعنی "لا یعود" کی زیادتی کے بغیر اور تفصیلاً یعنی "

لا یعود" کی زیادتی کے ساتھ اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی حدیث کو بعض اوقات تفصیلاً روایت کرتا ہے جیسا کہ سنن دارقطنی ۱/۱۸۱ میں عدی بن ثابت اس کو دونوں طرح روایت کرتے ہیں اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ کسی حج کے موقع پر یہ دونوں حضرات اکٹھے ہو گئے ہوں، وہاں سفیان نے یہ حدیث یزید سے بغیر اس زیادتی کے سنی ہو اور پھر دوبارہ کوفہ میں "لا یعود" کی زیادتی کے ساتھ سنی ہو، الحاصل اللہ لیس ذالک اضطراراً ولا تلقنا وإنما هو اختصار مؤثر و تفصیل آخری (درس ترمذی صفحہ ۳۳، ۳۴ جلد ۲)

(۶) حدیث عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَرَفُّعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ الْفِتَاحِ الصَّلَاةِ وَالْإِسْتِغْنَاءِ الْبَيْتِ وَالصُّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالْمَوْقِفَيْنِ وَعِنْدَ الْحَجَرِ وَوَأَهِ الطُّبْرَانِي وَالْبَزَارِ. (مجمع الزوائد ۲/۲۷۲)

”حضرت عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات مقامات پر رفع یدین کیا جائے شروع نماز میں اور استقبال بیت کے وقت اور صفا اور مروہ کے قیام کے وقت اور موقوفین کے پاس اور حجر اسود کے پاس۔“

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے ”ہدایہ“ میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ان سات مقامات میں تکبیر افتتاح کا تو ذکر ہے لیکن رکوع سے قبل و بعد کی رفع کا کوئی ذکر نہیں۔

حضرت انور شاہ کا شمیری رحمہ اللہ نے "نیل الفرقدين" میں ثابت کیا

ہے کہ یہ حدیث قابل استدلال ہے۔ (درس ترمذی)

اعتراض نمبر ۱: یہ حدیث "الحکم عن المقسم" کے طریق سے مروی ہے اور حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان میں سے نہیں ہے۔

جواب: حکم نے مقسم سے ان چار کے علاوہ دوسری احادیث بھی سنی ہیں اور چار احادیث سننے کی بات استقرائی ہے تحقیقی نہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایسی احادیث کی تعداد پانچ بتلائی ہے جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں متعدد ایسی احادیث نقل کی ہیں جو ان پانچوں کے علاوہ ہیں اور حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے (نصب الراية ۱۹/۱ وما بعدها) میں کچھ دوسری احادیث بھی شمار کرائی ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حکم کا مقسم سے سماع صرف انہی روایات پر منحصر نہیں لہذا محض اس استقراء کی بنیاد پر اس حدیث کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۲ جلد ۳، درس ترمذی صفحہ ۳۴ جلد ۲)

اعتراض نمبر ۲: یہ حدیث رفعاً ووقفاً مضطرب ہے۔

جواب: یہ اضطراب نہیں، بلکہ حدیث دونوں طرح مروی ہے اور ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک صحابی بعض اوقات کسی حدیث کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا، اور طبرانی نے مرفوع حدیث امام نسائی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کی ہے، لہذا یہ مرفوع اور

موقوف دونوں طرح مروی ہے اور قابل استدلال ہے۔ (درس ترمذی، اعلاء السنن)

اعتراض نمبر ۳: اس میں ابن ابی لیلیٰ متفرد ہے۔

جواب نمبر ۱: یہ متفرد نہیں، کیونکہ مجمل طبرانی میں یہی حدیث دوسری سند سے موجود ہے جس میں ابن ابی لیلیٰ نہیں، اور اس دوسری سند کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں، علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قُلْتُ: وَرَجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ إِلَّا سَيْفُ بْنُ غَيْبٍ اللَّهُ فَضْذُوقُ كَمَا فِي التَّقْرِيبِ صفحہ ۸۳۔ (اعلاء السنن صفحہ ۸۱ جلد ۳)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے طریق سے

ایک اور سند سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے قَالَ الْعَلَامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِ الشَّافِعِيِّ... وَزَادَ "وَعَلَى الْمُسَيْبِ" (اعلاء السنن صفحہ ۸۱ جلد ۳)

جواب نمبر ۲: اگر اس کا تفرّد تسلیم کر لیا جائے تو بھی چنداں مضرب نہیں کیونکہ امام عجل رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان کی کئی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

قَالَ الْعَلَامَةُ الْعُثْمَانِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: عَلِيُّ بْنُ أَبِي لَيْلَى وَثَقُهُ الْعُجَلِيُّ وَضَحَّحَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ أَحَادِيثَ، مِنْهَا حَدِيثُهُ فِي بَابِ مَا جَاءَ مِنْهُ يَنْقُطَعُ التَّالِيَةُ فِي الْعُضْرَةِ۔ (ترمذی ۱۱۱/۱، اعلاء السنن ۸۱/۳)

اعتراض نمبر ۴: سات جگہوں میں رفع کا انحصار ناممکن اور محال ہے کیونکہ روایات کثیرہ صحیحہ سے ان کے علاوہ بھی رفع ثابت ہے جیسے استقواء کے موقع

پر اور دعائیں اور قنوت و تروغیرہ میں رفع یدین ثابت ہے۔

جواب : صاحب البحر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں اس رفع کا انحصار ہے جو سنت موکدہ ہے لہذا اس سے مطلق رفع یدین کی نفی لازم نہیں آتی۔

قَالَ الْعُثْمَانِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: أَنَّ الْمُرَادَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ عَلَى وَجْهِ السُّنَّةِ الْمَوْءُ كَذَبَةٌ إِلَّا فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ، وَلَيْسَ مُرَادُهُ النَّفْيَ مُطْلَقًا، لِأَنَّ رَفَعَ الْأَيْدِي وَقْتُ الدُّعَاءِ وَالْقُنُوتِ وَغَيْرِهِمَا مُسْتَحَبٌّ، كَمَا عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فِي سَائِرِ الْبِلَادِ وَهَكَذَا ذَكَرَ الْعَيْنِيُّ فِي شَرْحِ الْهَدَايَةِ اهـ مِنْ بَدَلِ الْمَجْهُودِ ۲/۸۱ (اعلاء السنن صفحہ ۸۳ جلد ۲)

(۷) حدیث ابی مالک الاشعری

حضرت عبدالرحمن بن غنم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری ؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا:

”يَا مَعْشَرَ الْأَشْعَرِيِّينَ اجْتَمِعُوا وَأَجْمِعُوا بَيْنَكُمْ وَأَبْنَانَكُمْ أَعْلَمُكُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّيْ لَنَا بِالْمَدِينَةِ“....

”اے اشعری قوم! جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرو تا کہ تمہیں میں جناب نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو آپ ﷺ مدینہ منورہ میں ہمیں پڑھایا کرتے تھے (پھر جمع ہو جانے کے بعد بالترتیب مردوں، بچوں اور عورتوں کی صفیں بنائی گئیں اور حضرت اشعری ؓ نے آگے ہو کر نماز پڑھانا شروع کیا) ”ثُمَّ أَقَامَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ الْح“ اور ابتداء نماز میں رفع یدین کر

کے تکبیر کہی، پھر فاتحہ اور سورۃ دونوں کو خاموشی سے پڑھا اور پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سبحان اللہ و بحمدہ تین بار کہا اور پھر سمیع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر جہدہ میں گئے پھر تکبیر کہہ کر جہدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوبارہ جہدہ کیا، پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہوئے، پس آپ ﷺ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی پس جس وقت نماز پڑھائی تو قوم کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو، کیونکہ یہ آپ ﷺ کی وہ نماز ہے جو ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے“۔ رواہ احمد فی

مسندہ ۳۴۱/۵ والطبرانی فی الکبیر۔ (مجمع الزوائد ۲/۳۱۷)

نوٹ : یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

نوٹ : قارئین کرام! اس حدیث میں تکبیر تو ہر اونچ اور نیچ میں تھی مگر ساری نماز میں رفع الیدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ تھا، اور حضرت ابو مالک اشعری ؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی مدینہ والی نماز یہی ہے۔ (جس میں انہوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا اور بس۔) اب غیر مقلدین حضرات کی مرضی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی مدینہ منورہ والی نماز کے مطابق عمل کریں یا اس کی مخالفت کریں۔

(۸) حدیث ابی ہریرہ ؓ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ

يَذْبُحُهُ قَدْماً (سنن ابی داود ۱۰۸۱) یعنی جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو خوب رفع یدین کرتے۔

طرز استدلال : یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رفع یدین صرف ابتداء میں ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ کے وقت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرَّكْعَةِ" میں ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ حدیث ترک رفع یدین میں صریح اور فصیح ہے۔

(۹) حدیث وائل بن حجر رحمہ اللہ

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْنَهُمْ فَرَأَيْنَهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسٌ وَأُكْحِبَةُ (سنن ابی داود ۱۰۵۸)

حضرت وائل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت نبی ﷺ کو نماز شروع کرتے دیکھا آپ ﷺ نے اپنے کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے (حضرت وائل رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ پھر میں (دوبارہ سردی کے موسم میں) آیا تو میں نے ان (صحابہ رحمہم) کو دیکھا وہ شروع نماز میں سینوں تک ہاتھ اٹھاتے اور ان پر جبے اور کبیل تھے۔

نوٹ: یہ حدیث امام ابوداؤد رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صحیح اور قابل حجت

ہے کیونکہ اس حدیث پر انہوں نے کسی قسم کا کلام نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا ہے اور ان کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صالح لکھنا محتاج ہے۔

نوٹ: حضرت وائل رحمہ اللہ آپ ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ہیں۔ جب یہ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو سردی کا زمانہ تھا، صحابہ رحمہم جبے اور کبیل اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت وائل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کے شروع میں ان کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

قارئین کرام! دوبارہ آنے کے موقع کی سنن ابی داؤد میں جتنی روایتیں ہیں کسی ایک میں بھی رکوع کے وقت رفع کا ذکر نہیں جبکہ ہم نے صحیح سند سے ابتداء نماز میں رفع کا باحوالہ ثبوت پیش کیا ہے۔

نوٹ: اس دوسری مرتبہ آنے کی روایت کی وجہ سے ان کی پہلی مرتبہ والی روایات منسوخ بھی جائیں گی۔

(۱۰) حدیث عباد بن الزبیر رحمہ اللہ

عَنْ عَبَادِ بْنِ الزُّبَيْرِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِي شَيْءٍ حَتَّى يَنْقُوعَ (نسب الراوی صفحہ ۱۰۷، بحوالہ مناقبات عائلی)

"حضرت عباد رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر ساری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے حتیٰ کہ نماز

سے فارغ ہو جاتے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اس کی سند صحیح ہے

(العرف اللہ فی الترمذی ج ۱ ص ۶۷)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس جیسی ایک سند کے بارے میں

فرماتے ہیں: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (تورۃ الصباح ص ۸۰)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد اس قسم کی ایک سند کے بارے میں لکھتے ہیں

”وَأَنَّهُ ثِقَاتٌ“ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (تجۃ الاسوی ۱/ ۲۲۳ بحوالہ انوار العباب)

اعتراف: حضرت عبادت اللہ ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔

جواب: علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَبْنِ

حَبِيبَةَ وَأَحْمَدُ وَالْأَكْثَرُ الْفُقَهَاءُ أَنَّهُ يُخْتَجُّ بِهِ وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ إِذَا

انْتَضَمَ إِلَى الْمُرْسَلِ مَا يَعْضُدُهُ اخْتِجُّ بِهِ (توبی شرح مقدمہ سلم ۱۷/ ۱)، یعنی امام

مالک و امام ابو حنیفہ و امام احمد اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ حدیث کو قابل

حجت سمجھتے ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مرسل حدیث کی کسی

اور حدیث سے تائید ہو جائے تو پھر وہ قابل حجت ہے۔

﴿آثار صحابہ﴾

(۲۰۱) اثر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق

و خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رحمہم اللہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ مَعْبُودٍ) قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ

أَبْنِ بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ الْفَتَاحِ الصَّلَاةِ وَقَدْ قَالَ مَرَّةً:

فَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى.

وہی مسند ابی یعلیٰ رقم الحدیث ۵۰۳۹ (مجمع الزوائد مع النجاشی ۲/ ۲۶۹)

”حضرت عبداللہ ابن مسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ اور

ابوبکر و عمر رحمہم اللہ صلا کی جب کہ پیچھے نماز پڑھی، ان سب نے شروع نماز کے علاوہ

پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔

توثیق: قَالَ الْعَلَمَةُ الْمَارِدِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: قَالَ الْقَلَّاسُ (مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ)

صُدُوقٌ، أَدْخَلَهُ ابْنُ حَبَانَ فِي الثَّقَاتِ، وَثَقَّهُ بَحْبِيُّ الْقَطَّانُ وَأَحْمَدُ بْنُ

عَبْدِ اللَّهِ الْعَجَلِيُّ، وَ قَالَ شُعْبَةُ كَانَ صُدُوقٌ اللَّسَانِ. (الجوہر النقی ۲/ ۷۸)

علامہ مارودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قلاس نے کہا ہے وہ صدوق ہے۔

ابن حبان نے اس کو ثقات میں داخل کیا ہے، بخاری القطان اور احمد بن عبداللہ العجلی

نے اس کی توثیق کی ہے، اور شعبہ میں کہا ہے وہ صدوق اللسان تھا۔

عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ

تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ. قَالَ وَ رَأَيْتُ ابْرَاهِيمَ وَ الشَّعْبِيَّ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ

(الحیوی ۱/ ۱۶۹ و اللفظ لہذا ابن الجبلیہ ۱/ ۲۶۸)

”حضرت اسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن

خطاب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ (نماز میں) پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر

پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے۔

توثیق : قَالَ النُّسَوِيُّ رَمَهُ هَذَا : وَهُوَ أَثَرُ صَحِيحٍ (آثار سنن ۱۳۶) فرماتے ہیں کہ یہ اس صحیح ہے۔

قَالَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ رَمَهُ هَذَا : هُوَ حَدِيثُ صَحِيحٍ (الطحاوی ۱۶۱) فرماتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ التُّرْكُمَانِيُّ رَمَهُ هَذَا : وَهَذَا السُّنَدُ أَيْضًا صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ (الجوهر النقی ۷۵) فرماتے ہیں کہ یہ سند بھی صحیح ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہے۔

قَالَ النُّسَوِيُّ رَمَهُ هَذَا : قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رَمَهُ هَذَا : وَهَذَا رِجَالُهُ ثِقَاتٌ (الدرایہ ۱۵۲، آثار سنن ۱۳۶) فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس سند کے رجال ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

(۳) عمل خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ان کا عمل بھی دوسرے خلفاء ثلاثہ کی طرح ترک رفع ہی کا تھا۔ دو وجہ سے: (۱) آپ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور ان کا عمل ترک رفع کا تھا۔ (عمدة القاری ۳۷۹)

قَالَ الْمَازِدِينِيُّ رَمَهُ هَذَا : لَمْ أَجِدْ أَحَدًا ذَكَرَ عُثْمَانَ فِي

جُمْلَةٍ مَنْ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي التَّكْوِينِ وَ الرَّفْعِ مِنْهُ (الجوهر النقی ۲۸۰) فرماتے ہیں: کسی نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں میں سے شمار نہیں کیا جو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(۴) عمل خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ ثَلْبِثٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدَهُ (الطحاوی ۱۶۳، الدرر الکبریٰ ۱۶۶، مطاہم ۹۰) فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر (پوری نماز میں) دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

توثیق : قَالَ الْعَنِّيُّ رَمَهُ هَذَا : إِسْنَادُ حَدِيثِ عَاصِمِ بْنِ ثَلْبِثٍ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ (عمدة القاری ۳۸۲) فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہے۔

قَالَ الْعَلَّامَةُ الزَّيْلَعِيُّ رَمَهُ هَذَا : وَهُوَ أَثَرُ صَحِيحٍ (الجوهر النقی ۷۸) فرماتے ہیں: یہ اس صحیح ہے۔

قَالَ الْمَازِدِينِيُّ رَمَهُ هَذَا : وَجَالَهُ ثِقَاتٌ (الجوهر النقی ۷۸) فرماتے ہیں: اس کے سب راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

قَالَ الْإِمَامُ الطَّحَاوِيُّ رَمَهُ هَذَا : فَحَدِيثُ عَلِيٍّ إِذَا ضَحَّ فِيهِ أَكْثَرُ النَّحْوَةِ لِقَوْلِهِ مَنْ لَا يَرَى الرَّفْعَ (الطحاوی ۱۶۳) فرماتے ہیں: کہ

جب حضرت علیؓ کی حدیث صحیح ہو گئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے قائل نہیں۔

نوٹ: یہاں لفظ اذا صرف ظرفیت کے لئے ہے شرط کے لئے نہیں۔

قَالَ الْعَيْنِيُّ رَمَضَهُ اللهُ: وَاعْلَمْ أَنَّ كَلِمَةَ إِذَا لَيْسَتْ لِلشَّرْطِ لِأَنَّ صَحَّةَ حَدِيثِ عَلِيٍّ - الَّذِي رَوَاهُ أَبُو سَلَمَةَ لَا يَشْكُ فِيهَا بَلْ لِمُخْرَدِ

الظَّرْفِيَّةِ فَافْتَقَهُمُ (حاشية الطحاوی ۱/۱۶۳)

(۱۰ تا ۱۱) عمل عشرہ مبشرہ

قَالَ الْخَافِضُ الْعَيْنِيُّ رَمَضَهُ اللهُ: وَفِي الْبَدَائِعِ: رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَمَضَهُ اللهُ قَالَ: الْعَشْرَةُ الَّذِينَ شَهِدَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ مَا كَانُوا يُزْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. (عمدة القاری ۴/۳۸۰)

”فرماتے ہیں اور بدائع میں ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دس صحابہؓ جن کو آپ ﷺ نے (ایک ہی مجلس میں) جنت کی بشارت دی تھی وہ صرف نماز کی ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے اور بس۔

(۱۱) اجماع اکثر صحابہ

قَالَ أَبُو عِيْسَى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَسَنٌ وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ التَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَأَهْلِ الْكُوفَةِ (جامع ترمذی ۵۹/۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے شاکر و امام ترمذی ابو عیسیٰ رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن مسعودؓ کی حدیث ترک رفع یدین، حسن ہے اور صحابہ و تابعینؓ میں سے بے شمار اہل علم یہی فرماتے ہیں (کہ پوری نماز میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے اور بس) اور یہی قول ہے سفیان اور اہل کوفہ کا و صحابہ و تابعین۔

(۱۲) عمل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَمَضَهُ اللهُ قَالَ: فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ. (الطحاوی ۱/۱۶۳، مصنف ابن ابی حنیہ ۱/۲۶۸، عمدة القاری ۴/۳۸۰)

”جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی پس وہ نماز کی پہلی تکبیر کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے“ (اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں تو یہ ہے کہ میں نے جب بھی ان کو دیکھا ہے وہ صرف پہلی ہی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور بس)

توثیق: قَالَ الطَّحَاوِيُّ رَمَضَهُ اللهُ: فَإِنْ قَالَ قَائِلُ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، قِيلَ لَهُ: وَمَا ذَلِكَ عَلَى ذَلِكَ فَلَنْ تَجِدَ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلًا. (الطحاوی ۱/۱۶۳) امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتراض کرنا بلا دلیل ہے۔

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَيُؤَيِّدُ النَّسَخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (عمدة القاری ۴/۳۸۰)

فرماتے ہیں: کہ نسخ کی تائید (مجاہد رحمہ اللہ کی) اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۱۳) عمل حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ

عَنْ إِسْرَاهِيْمَ (النَّخَعِيِّ) رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا فِي الْإِفْتِيَا ح. (الطحاوی ۱/۱۶۴)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ عبداللہ ابن مسعود رحمہ اللہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اس کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔

توثیق: قَالَ الْمُحَدِّثُ الشَّهَارَنُفُورِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَاسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ. (البدل ۲/۱۰۲) فرماتے ہیں کہ اس مرسل کی سند جید اور قابلِ حجت ہے۔

اعتراض: ابراہیم کی ابن مسعود رحمہ اللہ سے ملاقات نہیں ہوئی لہذا یہ روایت مرسل ہے جو کہ قابلِ حجت نہیں ہونی چاہئے۔

جواب: قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: قُلْتُ عَادَةً إِسْرَاهِيْمَ إِذَا أُرْسِلَ حَدِيثًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ لَمْ يُرْسَلْهُ إِلَّا بَعْدَ صَحِيحِهِ عَنْهُ مِنَ الرِّوَاةِ عَنْهُ وَبَعْدَ تَكَاثُرِ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ وَلَا شَكَّ أَنَّ خَيْرَ الْجَمَاعَةِ أَقْوَى مِنْ خَيْرِ الْوَاحِدِ وَ أَوَّلَى. (عمدة القاری ۴/۳۸۱)

جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان کا یہ ارسال معتبر اور قابلِ حجت ہے کیونکہ ان کی عادت یہ ہے کہ آپ عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ سے اس صورت میں ارسال کرتے ہیں جب کثرتِ رواۃ اور کثرتِ روایات کے ذریعہ ان کی بات صحت کے ساتھ پہنچ جائے لہذا ان کی نقل کردہ خبر و سرور کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور اولیٰ ہے۔

(۱۴) عمل حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ

قَالَ مُحَمَّدٌ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ أَخْبَرَنِي نَعِيمُ السَّجِيمُ وَأَبُو جَعْفَرٍ الْقَارِيُّ أَنَّ أَبَاهُ رِزْقَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَكَثُرَ كُلُّمَا خَفِضَ وَ رَفَعَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ جِئْنِ يَكْثُرُ وَ يَفْتَحُ الصَّلَاةَ قَالَ مُحَمَّدٌ: أَلَسْتُ أَنْ يَكْثُرَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ كُلُّمَا خَفِضَ وَ كُلُّمَا رَفَعَ وَإِذَا انْخَطَطَ لِلسُّجُودِ كَثُرَ وَإِذَا انْخَطَطَ لِلسُّجُودِ الْفَائِي كَثُرَ وَأَمَّا رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يَرْفَعُ الْيَدَيْنِ حَذْوِ الْأُذُنَيْنِ فِي انْبِعَادِ الصَّلَاةِ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِي شَيْءٍ مِنْ الصَّلَاةِ بَعْدَ ذَلِكَ وَ فِي ذَلِكَ آثَارٌ كَثِيرَةٌ (موطا الامام محمد ۸۸)

”مجاہد اور ابو جعفر رحمہ اللہ دونوں فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رحمہ اللہ ان کو نماز پڑھاتے اور ہر اونچ نیچ پر تکبیر کرتے۔ ابو جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ نماز شروع کر کے تکبیر کرتے تو اس کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں ہر اونچ نیچ

پر تکبیر کہے اور پہلے دوسرے سجدے کے طرف جب جائے تو بھی تکبیر کہے اور نماز میں رفع یدین کی جو بات ہے تو ابتدا نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھائے گا اس کے بعد پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرے گا اور اس رفع یدین نہ کرنے سے متعلق آثار کثیرہ موجود ہیں۔

﴿آثار تابعین وغیرہم رحمہ اللہ علیہ﴾

(۱) حضرت ابراہیم خنقی رحمہ اللہ کا مذہب

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد لکھتے ہیں: عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اِذَا كَثُرَتْ فَيُفَاتِحُ الصَّلَاةَ فَاَرْفَعُ يَدَيْكَ ثُمَّ لَا تَرْفَعُهُمَا فَيَمَّا يَقِي. (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۶۱)
”حضرت ابراہیم خنقی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ شروع نماز میں تکبیر تحریم کے ساتھ رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں کہیں بھی نہ کرو۔“

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ حضرت ابراہیم خنقی رحمہ اللہ حدیثوں کے پرکھنے میں صراف اور نقاد تھے اور بلند علماء اور محدثین میں سے تھے۔ (المعجم الحفاظ ۱/۶۹ بحوالہ نور البیان)

نوٹ: اس صراف حدیث اور ماہر نے پرکھنے کے بعد ترک رفع کی احادیث کو قابل عمل سمجھا اور رفع کی احادیث کو غیر معمول بہا اور مؤول سمجھ کر چھوڑ دیا۔

(۲) حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ التابعی الکبیر رحمہ اللہ کا مذہب

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
عَنْ مُصْبِيَّانِ بْنِ مُسْلِمٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَ ابْنُ ابِي لَيْلَى يَرْفَعُ يَدَيْهِ
أَوَّلَ شَيْءٍ إِذَا كَثُرَ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۷) یعنی حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ
صرف ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

امام ترمذی اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد دونوں فرماتے ہیں: کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نے ایک سو میں صحابہ کرام رحمہ اللہ کی ملاقات کا شرف پایا ہے۔ (سنن الترمذی ۲/۱۸۲، تہذیب الاذنی ۱/۱۷۴ بحوالہ نور البیان)
امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ابن ابی لیلیٰ اجل تابعین میں سے تھے۔ (شرح مسلم ۱/۶۰۷ بحوالہ نور البیان)

نوٹ: قارئین کرام! اتنے بڑے تابعی ترک رفع یدین پر عمل تب کر سکتے ہیں کہ انہوں نے خود حضرات صحابہ کرام رحمہ اللہ کو ترک رفع کا عمل کرتے ہوئے دیکھا ہو۔

(۳) حضرت امام شعبی تابعی رحمہ اللہ کا مذہب

عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرَةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا. (ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۷)

امام شعبی رحمہ اللہ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد نہیں کرتے۔

صاحب مشکوٰۃ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت امام شعی رحمہ اللہ نے پانچ سو حضرات صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔ (الاکمال ۱۶ بحوالہ نور العباب)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد کہتے ہیں: یہ کوئی ہیں ثقہ مشہور فقیہ اور فاضل ہیں اور انہوں نے خود کہا ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ کو دیکھا ہے۔ (تحفۃ الاحادیث ۱۸۹، ۲ بحوالہ نور العباب)

امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَاعِدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيبًا مِنْ سِتِّينَ اَوْ سَبْعِينَ نَضَبًا. (صحیح البخاری ۱۰۷۰) کہ میں حضرت ابن عمر رحمہ اللہ کے پاس دو سال یا ڈیڑھ سال بیٹھا رہا۔ (یعنی پڑھتا رہا)

نوٹ: قارئین کرام! معلوم ہوا کہ یہ سینکڑوں صحابہ اور خصوصاً عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ جب کا عام معمول رہا تھا کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد پوری نماز میں کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اسی وجہ سے امام شعی رحمہ اللہ نے ترک رفع کا معمول اپنایا۔

(۴) حضرت قیس بن ابی حازم تابعی رحمہ اللہ کا مذہب

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: كَانَ قَيْسٌ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا. (ابن المنيب ۲۶۷) حضرت قیس رحمہ اللہ نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے اس کے بعد نہ کرتے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ تابعین میں ابو عثمان مہدی اور قیس بن ابی حازم سے بڑھ کر کسی کی شان ہو۔ (شرح مسلم ۹۸)

مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں: "قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ الْكُوفِيُّ ثِقَةٌ مِنَ الثَّانِيَةِ" کہ یہ ثقہ ہیں اور طبقہ ثانیہ میں سے ہیں۔ (تحفۃ الاحادیث ۲، ۳ بحوالہ نور العباب)

حضرت علامہ سید انور شاہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت قیس رحمہ اللہ افضل التابعین ہیں اور بقول بعض ان کے سوا کسی تابعی نے حضرات عشرہ مبشرہ کو نہیں دیکھا۔ (فیض الباری ۲، ۲۳۲)

نوٹ: قارئین کرام! حضرت قیس رحمہ اللہ جیسے بڑے درجہ کے تابعی کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عشرہ مبشرہ اور دوسرے صحابہ کے ہاں بھی رفع کا عمل متروک ہو چکا تھا۔

(۵-۶) حضرت اسود بن یزید التابعی اور

حضرت علقمہ التابعی رحمہ اللہ کا مذہب

عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ وَ عُلْقَمَةَ أَنَّهُمَا كَانَا يَرْفَعَانِ أَيْدِيَهُمَا إِذَا افْتَتَحَا ثُمَّ لَا يَغْوِذَانِ. (ابن أبي شيبة ۲۶۸)

حضرت اسود اور حضرت علقمہ رحمہ اللہ شروع نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین کی طرف نہ لوٹتے تھے۔ (یعنی اس کے بعد پوری نماز میں دوبارہ نہ کرتے تھے۔)

امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنْ كَانَ اَهْلُ بَيْتٍ خَلَفُوا لِلْحَنَةِ لَهُمْ هَوْلًا اِلَّا سَوْدًا وَعَلْفَمَةً وَمَسْرُوقًا. (۱۱) نکال ۳۵ بحوالہ (المباح) کہ اگر کوئی گھرانہ (صحابہ کے بعد) جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ یہ لوگ ہیں: اسود، علقمہ اور مسروق۔

نوٹ: یہ خوش نصیب حضرات بھی رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے معلوم ہوا انہوں نے بھی صحابہ رحمہ اللہ سے ترک ہی کا معمول دیکھا ہے۔

(۷) حضرت خثیمہ التابعی رحمہ اللہ کا مذہب

عَنِ الْحِجَّاجِ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ خَيْثَمَةَ وَ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كُنَّا لَا يَرْفَعَانِ اَيْدِيَهُمَا اِلَّا بِتِلْكَ الصَّلَاةِ. (ابن ابی شیبہ ۲/۱۶۷) کہ حضرت خثیمہ اور حضرت ابراہیم رحمہ اللہ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف ابتداء نماز میں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التجذیب میں حضرت خثیمہ رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (توبہ ص ۱۸)

(۸) حضرت ابو اسحاق السبعی التابعی رحمہ اللہ کا مذہب

عبد الملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے شعی، ابراہیم اور ابو اسحاق کو دیکھا وہ سب صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے اور بس۔ (ابن ابی شیبہ ۲/۱۶۸)

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ابو اسحاق سبعی ہمدانی کوفی بڑے تابعی ہیں امام غزالی نے فرمایا کہ ابو اسحاق نے اڑتیں صحابہ رحمہ اللہ سے سماع کا شرف

حاصل کیا ہے۔"

علی بن مدینی رحمہ اللہ (استاذ امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: "ابو اسحاق نے ستر یا اتنی ایسے صحابہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ابو اسحاق کے علاوہ (اس زمانے میں) اور کسی تابعی نے ان سے روایت نہیں کی۔ (شرح مسلم ۹/۸۱)

نوٹ: قارئین کرام! اگر حضرات صحابہ کرام رحمہ اللہ میں رفع یدین کا عمل ہوتا تو حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ ہرگز ترک رفع یدین نہ کرتے۔

(۹-۱۰) اصحاب علی و ابن مسعود رحمہ اللہ کا مذہب

عَنْ اَبِي اسْحَاقَ قَالَ كَانَ اصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُونَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا بِهِي الصَّلَاةِ قَالَ وَ كُنِيَ ثُمَّ لَا يَرْفَعُونَ. (ابن ابی شیبہ ۲/۱۶۷) یعنی حضرت ابو اسحاق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ اور

حضرت علی رحمہ اللہ احباب کے ساتھی اور شاگرد نماز کے شروع کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے۔ حضرت وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابتداء نماز کے بعد پوری نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

علامہ دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَ هَذَا اَيْضًا مَسْنَدُ ضَحِيحِ جَبَلِيٍّ (الجامع الطبی ۲/۱۶۸)

(۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب

حضرت امام مالک رحمہ اللہ ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔ (المذہب الکبریٰ)

ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنْ مَا لِكَا وَ جَح تَرَكَ الرَّفْعَ

لِمُوَافَقَةِ عَمَلِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ. (مبداء المجتہد، فتح الملہم ۱/۱۱۲ بحوالہ (المباح) کہ

امام مالک رحمہ اللہ نے ترک رفع یدین کو اس لئے ترجیح دی ہے۔ تاکہ عمل اہل مدینہ کی موافقت ہو جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ، ابن القاسم کی روایت عن مالک کے بارے میں فرماتے ہیں: "هٰذِهِ الرِّوَايَاتُ عَنْ مَالِكٍ" کہ امام مالک رحمہ اللہ سے رفع یدین سے متعلق جتنی روایات آئی ہیں ان سب میں زیادہ مشہور روایت ابن قاسم کی ترک رفع یدین والی روایت ہے۔ (نووی شرح مسلم ۱/۱۶۸)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ مالکیہ کے ہاں اعتماد اور وارود اراد کام و فتاویٰ میں اس روایت پر ہوتا ہے جو ابن قاسم، امام مالک سے روایت کریں چاہے وہ روایت موطا مالک کے موافق ہو یا نہ ہو۔ (تحقیق المسند ۲ بحوالہ نور العباب)

دلائل کی کل تعداد: (آیت) ۱ + (احادیث) ۱۰ + (آثار صحابہ)

۱۴ + (آثار تابعین) ۱۱ = ۳۶

☆☆☆☆

☆☆ اہم سوالات اور ان کے جوابات ☆☆

﴿سلام کے وقت رفع یدین﴾

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین ہوتا تھا؟ اگر صحیح ہے تو آج کیوں متروک ہے؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ ابتداء میں سلام کے وقت بھی رفع الایدی (ہاتھ اٹھانے) کا عمل ہوتا تھا، لیکن بعد میں منسوخ ہو جانے کی وجہ سے متروک ہو گیا۔ منسوخ ہونے کی دلیل حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع حدیث ہے۔

"عن جابر بن سمرۃ قال صليت مع رسول الله ﷺ فكنا اذا سلمنا قلنا بأيدينا السلام عليكم السلام عليكم فنظر إلينا رسول الله ﷺ فقال ما شأنكم تلبسون بأيديكم كما تناف خيل شمس إذا سلم أهل خيلكم فلبست إلى صاحبه ولا يؤمن بيده". (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب ہم سلام پھیرتے تو السلام علیکم (ورحمۃ اللہ) کہنے کے ساتھ ہاتھوں سے اشارہ بھی کرتے (یعنی رفع الیدین کرتے) یہ دیکھ کر

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا وہ شریر گھوڑوں کی ڈمیں ہیں؟ تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی جانب منہ کر کے (صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

﴿ثبوت رفع رکوع کا جواب﴾

سوال: جب رکوع سے قبل وبعد رفع یدین صحیح حدیث سے ثابت ہے تو احناف اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟

جواب: ہم مانتے ہیں کہ سلام کی طرح رکوع سے پہلے اور بعد بھی رفع الیدین کا عمل ابتداء میں تھا بلکہ ان کے علاوہ بھی نماز میں مختلف مواقع میں رفع الیدین ہوتا تھا، لیکن بعد میں سلام کی طرح نماز کے اندر سب جگہ یہ حکم منسوخ ہو گیا اور سکون و اطمینان سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اس نسخ کی دلیل حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری روایت مرفوعہ ہے۔

”عن جابر بن سمرۃ قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالي اراكم زالجي ابيديكم كما نيتا اذ ناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة. (صحیح مسلم ۱/۱۸۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہم اس وقت نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) آپ ﷺ نے (بڑی ناراضگی) سے فرمایا کہ کیا ہوا ہے میں تم کو رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں، گویا

تمہارے ہاتھ شریر گھوڑوں کی ڈمیں ہیں؟ نماز میں سکون سے رہو (کوئی حرکت نہ کیا کرو یعنی رفع یدین نہ کرو)

تنبیہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری روایت رفع رکوع سے متعلق ہے۔
سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق ہے۔ کیا ان کے اس کہنے کی کچھ حقیقت ہے؟

جواب: ہٹ دھرم اور ضدی کا علاج تو عتقاء ہے، البتہ منصف مزاج اور حق کے متلاشی کیلئے اس سوال کے جواب میں کچھ لکھا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث سلام کے وقت رفع الیدین سے متعلق نہیں، بلکہ نماز کے اندر رکوع وغیرہ سے قبل وبعد کے رفع الیدین سے متعلق ہے یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں، دو (۲) وجہوں سے.....

(۱) پہلی حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کر رہے تھے اور دوسری حدیث اس وقت کی ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکیلے نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔

(۲) اس دوسری حدیث میں ”اسكنوا في الصلوة“ کا لفظ بتاتا ہے کہ یہاں ”في الصلوة“ (یعنی نماز کے اندر) رفع یدین سے روکنا ہے اور سلام کے وقت رفع یدین خارج الصلوة ہے یا فی طرف الصلوة ہے، جو سکون فی الصلوة کے خلاف نہیں۔ لہذا یہ حدیث سلام اور تکبیرہ تحریم کے رفع یدین کو شامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث سے تکبیرہ تحریم کے وقت رفع کو منسوخ

نہیں کہا گیا، کیونکہ یہ بھی طرف میں ہے۔

﴿امام نووی کی شرح کا جواب﴾

سوال: امام نووی رحمہ اللہ نے تو اسے سلام پر محمول کیا ہے؟

جواب: حافظ عینی، ملا علی قاری اور مولانا غلیل احمد وغیرہ اکابر احناف رحمہ اللہ نے اس کو رفع رکوع کے لیے ناخ قرار دیا ہے، ہمیں ان کی تحقیق پر اعتماد ہے۔ جو امام نووی رحمہ اللہ کی تقلید کرنا چاہتا ہے وہ صاف اعلان کر دے اور غیر مقلدیت سے توبہ کرے۔

﴿”رفع دائمی عمل تھا“ اس کا جواب﴾

سوال: غیر مقلدین رفع الیدین کو دائمی اور آخری معمول ثابت کرنے کے لئے بیہقی کے حوالے سے ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ”فَمَا زِلْتُ تِلْكَ صَلَاتُكَ حَتَّى لَفِيَ اللَّهُ“ کے الفاظ ہیں کہ آخر دم تک آپ ﷺ کی نماز رفع یدین والی تھی، اس حدیث کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس حدیث سے دائمی اور آخری معمول ثابت کرنا انتہائی بے شری اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر خطرناک قسم کا جھوٹ باندھنا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث موضوع اور منکھوت ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو عبد اللہ الجافی غالی شیعی ہے اور دوسرا راوی عبد الرحمن بن قریش اور عاصم بن محمد انصاری کذاب اور جھوٹے ہیں، اور تین راوی جعفر، عبد اللہ بن احمد اور الحسن بن عبد اللہ مجہول

ہیں۔ (رسائل) اگر غیر مقلدین کو ہماری بات پر یقین نہیں تو اپنے راویوں سے اس حدیث کی توثیق و تصحیح کرا کے دکھا دیں اور منہ مانگا انعام لیجائیں۔ دیدہ باید! نہ خجراٹھے گانہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

﴿ماضی استمراری کا جواب﴾

سوال: غیر مقلدین رفع الیدین کا دوام و استمرار ثابت کرنے کے لئے فعل مضارع پر ”کان“ کے داخل ہونے سے استدلال کرتے ہیں، کیا ان کا یہ استدلال درست ہے؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) الزامی (۲) تحقیقی

(۱) الزامی جواب: درج ذیل امور بھی ماضی استمراری سے ثابت ہیں لہذا یا تو ان کے منع یا منسوخ ہونے کی کوئی حدیث پیش کریں، ورنہ رفع الیدین کی طرح ان پر بھی عمل کریں اور ان کے تارکین کو تارک حدیث کہہ کر مخالف و منکر حدیث کے شیریں القاب سے نوازیں۔

(۱) قَالَ أَبُو مُسْلِمَةَ الْأَزْدِيُّ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ.

ترجمہ: ابو مسلمہ ازدی نے کہا: میں نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: کیا آنحضرت ﷺ جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ”جی ہاں“۔ (یہ ترجمہ غیر مقلد علامہ وحید الزماں کا ہے۔ (تیسیر الہامی ۲/۲۷۸)

غیر مقلدین کے محسن اعظم علامہ وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں مستحب ہے (یعنی جوتوں میں نماز پڑھنا)۔۔۔ چند سطروں کے بعد رقمطراز ہیں... شوکانی نے کہا ہے صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں لیکن کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔“ (حوالہ بالا)

(۲) بچی کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ۷/۱۸۱)

(۳) آپ ﷺ نماز سے پہلے بیوی کا بوسہ لیا کرتے تھے (المستدرک ۱/۱۶۶)

(۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ مَبْحَاكَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا بِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي (صحیح بخاری ۱۰۹/۱)
”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رکوع میں ہمیشہ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔۔۔۔۔“

کیا غیر مقلدین کے نزدیک ان کلمات کا جہر پڑھنا آپ ﷺ کا معمول تھا؟

(۲) تحقیقی جواب: ماضی استمراری (یعنی ”کان“ فعل مضارع پر داخل ہونا) کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لئے ہے (شرح نووی ۱/۲۵۹، مجمع البحار ۳/۲۳۵، مسک الختام ۱/۵۶۷ بحوالہ غیر مقلدین کی غیر مستند روایت ۲۹) معلوم ہوا کہ اس سے مواظبت اور دوام بطور نص ثابت نہیں ہوتی۔

﴿فرشتوں کی رفع الیدین والی روایت کا جواب﴾

سوال: ایک غیر مقلد مصنف لکھتا ہے کہ: ”فرشتے بھی رفع یدین کرتے

ہیں“ کیا یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: جی نہیں! یہ روایت موضوع اور منکھوت ہے، اس روایت کی سند میں ایک راوی اسرائیل بن حاتم المروزی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رَوَى عَنْ مُقَاتِلِ الْمُؤَصِّلِ الْمُؤَصِّلِ وَالْأَزْمَدِيِّ وَالطَّامَاتِ“ کہ اسرائیل نے مقاتل سے موضوعات وغیرہ اناب شباب اور مصائب روایت کئے ہیں، اور یہ روایت بھی ان موضوعات میں سے ہے (میزان الاعتدال ۱/۹۷) دوسرا راوی مقاتل بن حیان ہے جو کہ ضعیف ہے (میزان الاعتدال ۱/۹۶) تیسرا راوی اصبح بن نباتہ ہے، ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ حادی اس کو کذاب قرار دیتے ہیں اور امام نسائی، ابن معین، ابن حبان اور ابن عدی رحمہ اللہ سب اس پر جرح کرتے ہیں (میزان الاعتدال ۱/۱۲۵) علامہ شوکانی غیر مقلد خود فرماتے ہیں: ”ہو موضوع لایساوی شیناً“ (الخواص الجودہ ۳، بحوالہ نور العیاض) یعنی یہ روایت منکھوت اور بالکل بیچ ہے۔

﴿پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم والی روایت﴾

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رکوع کی رفع کو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، کیا واقعی ایسا ہی ہے؟

جواب: ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد، بے سند اور حقیقت کے خلاف ہے، خود

غیر مقلدین نے اس کو رد کیا ہے۔ (۱) قاضی شوکانی غیر مقلد خلیل الاوطار میں فرماتے ہیں: اِنَّ الْعِرَاقِيَّ جَمَعَ عِدَّةً مِّنْ رَّوِيَ رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلَاةِ قَبْلَ تَوَاتُرِ خَمْسِينَ صَحَابِيًّا مِنْهُمْ الْعَشْرَةُ الْمُبَشَّرَةُ الْخَشْعُودُ لَهُمْ بِالسَّحَابَةِ (علامہ اسنن ۸۰۳) یعنی علامہ عراقی رحمہ اللہ نے ان صحابہ کرام رحمہم اللہ کی گنتی فرمائی ہے جنہوں نے شروع نماز کی رفع الیدین روایت کی ہے تو وہ کل پچاس صحابہ رحمہم اللہ ہیں، اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں جن کو (ایک ہی مجلس میں) جنت کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔

(۲) علامہ امیریمانی غیر مقلد نے ”سبل السلام ۱/۲۵۰“ پر صاف لکھ دیا ہے کہ پچاس صحابہ کرام رحمہم اللہ صرف رفع یدین عند الافتتاح (یعنی نماز کی شروع میں رفع کرنے) کو نقل فرماتے ہیں۔ (نور العباب ۱۹ مقدمہ طبع دوم)

﴿چودہ سو صحابہ کرام رحمہم اللہ والی روایت﴾

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں چودہ سو صحابہ کرام رحمہم اللہ کی روایت ہے جس سے رکوع کی رفع ثابت ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ روایت بھی منکھوت اور انتہائی ضعیف ہے، کیونکہ اس کے بعض راوی جھوٹے ہیں۔ (۱) علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں جہاں یہ حدیث نقل فرمائی ہے، ساتھ ہی نیچے اس کے ایک راوی حجاج بن اوطاۃ پر جرح بھی کی ہے، لیکن غیر مقلدین روایت کو نقل کرتے ہیں اور یہ جرح نقل

نہیں کرتے جو کہ بڑی خیانت ہے۔

(۲) اس روایت کی سند میں ایک راوی نصر بن باب الخراسانی ہے جس پر شدید جرح موجود ہے۔ ذیل میں ملاحظہ ہو.....

(۱) ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ نصر بن باب کذاب ہے (یعنی بہت بڑا جھوٹا ہے)

(۲) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کذاب خبیث عدو اللہ (یعنی بہت بڑا جھوٹا، خبیث اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے)

(۳) امام ابو زرہ، امام ابو داود اور امام نسائی رحمہم اللہ سب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۲۷۹، ۲۸۰، بحوالہ نور العباب)

﴿دس نیکیوں والی روایت کا جواب﴾

سوال: حضرت عقبہ بن عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ لَمْ يَكُنْ إِشَارَةً عَشْرَ حَسَنَاتٍ“ کہ جس شخص نے نماز میں رفع الیدین کی اس کو ہر اشارہ کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔

جواب: (۱) اس روایت میں رکوع کا ذکر نہیں، لہذا ابدوں دلیل رکوع کی رفع مراد لینا درست نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر اور علامہ شوکانی غیر مقلد کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق شروع نماز کی رفع سے ہے اور بس۔ (دیکھئے حج الباری

(۳) امام نووی اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ترک رفع کے قائلین امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب ہیں (نوی ۱/۶۸، بھی آثار ۳/۲) اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ابن مبارک، امام صاحب کے اصحاب اور شاگردوں میں سے ہیں۔

﴿حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا رجوع﴾

سوال : سنا ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ بہت بڑے خفی عالم تھے پھر بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے؟

جواب : بالکل صحیح ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ابتداء میں رفع یدین پر ایک رسالہ بنام ”تنبیہ العینین“ لکھا تھا اور خود بھی اسے رائج جان کر عمل کرتے تھے مگر آخری عمر میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ مولانا حافظ حکیم عبدالشکور صاحب فرماتے ہیں کہ: ”بقامد اصل کتاب عربی کتاب انگی نہیں، میرا یہ خیال کسی گنہگار روایت والی حکایت پر نہیں بلکہ مولانا کرامت علی کی یعنی شہادت پر ہے۔ وہ نہایت یقین کے ساتھ ”ذخیرہ کرامت ص ۲۲۴ ج ۲“ میں مولوی مخلص الرحمن کے پانچویں سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تنویر العینین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا محمد اسماعیل مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں، اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا۔“ یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور لاندہ ب لوگوں نے تنویر العینین میں اپنی طرف

سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں، اور حضرت سید صاحب کے خلفاء کا عمل تنویر العینین پر نہیں تھا بلکہ ان لوگوں نے اسکا رد لکھا ہے۔ (التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید ۱۵۱۴۔ بحوالہ نور العیان)



﴿ناقلین نسخ رفع الیدین عند الرکوع﴾

(۱) محدث کبیر، نقاد عظیم، امام طحاوی رحمہ اللہ

قَالَ الْأَمَامُ الْحَافِظُ الْحُجَّةُ الْمُتَّقِنُ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعْتِ حَدِيثُ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: "فَإِنْ عَلِيًّا لَمْ يَكُنْ لَيَرَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ يَتْرُكُ هُوَ الرُّفْعُ بَعْدَهُ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ الرُّفْعِ فَحَدِيثُ عَلِيٍّ إِذَا صَحَّ فِيهِ أَكْبَرُ الْحُجَّةِ لِقَوْلِهِ مَنْ لَا يَرَى الرُّفْعَ

... عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ تَرَكَ هُوَ الرُّفْعُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيُّ ﷺ فَعَلَهُ وَقَامَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ (شرح معاني الآثار ۱/۱۶۳)

”امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علیؑ ہمیشہ نبی کریم ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھتے رہے ہیں، پھر وہ اس رفع کو رسول اللہ ﷺ کے بعد چھوڑ دیتے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔ سو جب حضرت علیؑ کی حدیث صحیح ہو گئی تو اس میں ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حجت مل گئی جو رفع یدین کے

قابل نہیں۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ نماز میں سوائے تکبیر اول کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی رفع یدین دیکھی، پھر خود انہوں نے اس رفع کو آپ ﷺ کے بعد ترک کیا تو اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس رفع کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔

(۲) محدث عظیم، فقیہ وقت، شارح بخاری حضرت علامہ بدر

الدین عینی رحمہ اللہ

قَالَ الْأَمَامُ الْحَافِظُ الْعَلَامَةُ بَدْرُ الدِّينِ الْعَيْنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَالْبَدِيُّ يَخْتَجُّ بِهِ الْخَضَمُ مِنَ الرُّفْعِ مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّهُ كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ وَالِدَلِيلُ عَلَيْهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَأَى رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَأْسِهِ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ لَهُ: لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ هَذَا شَيْءٌ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ تَرَكَهُ، وَيُؤَيِّدُ النَّسْخَ مَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (عمدة القاری ۱/۳۸۰)

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فریق مخالف رفع کی جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ اس بات پر محمول ہیں کہ یہ عمل ابتداء

اسلام کے زمانے کا تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔ اس پر دلیل حضرت عبداللہ بن زبیر رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ یہ تو وہ عمل ہے جس کو اگرچہ آپ ﷺ ایک وقت تک کرتے رہے تھا مگر پھر اس کو ترک کر دیا تھا۔ اور اس شخص کی تائید امام طحاوی رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سند کے ساتھ پیش کردہ روایت بھی کرتی ہے۔

(۳) فقیہ کبیر، محدث عظیم، شارح مشکوٰۃ حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف ”ملا علی قاری“ رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال الامام الحافظ النافذ المنلا علی القاری رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”وروی عن عاصم بن کلثب أن علیاً ؑ کان یرفع یدیه فی أول تکبیرة الصلاة، ثم لا یرفع یدیه ولا یفعل علی بعد النبی ؑ خلافة الا بعد قیام الحجة عندہ علی النسخ ما کان النبی ؑ علیہ، وقیل لابراہیم ای النجعی عن حدیث وائل أنه رأى النبی ؑ یرفع یدیه إذا رجع وإذا رفع من الركوع، فقال: ان کان الوائل رآه مرة یفعل ذلک، فقد رآه عبد اللہ ای ابن مسعود عن سبین مرة لا یفعل ذلک. وقد روى عن مجاهد أنه قال: ضلیت خلف ابن عمر، فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الأولى، وظاہرہ أنه لم یتروک بعد النبی ؑ ما کان قد یفعله الا لما یوجب له ذلک من نسخ، وقد روى. (مرقات المصباح ۲/۷۹۶)

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”حضرت عاصم بن

کلثب رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضرت علی ؑ نماز کی تکبیر اول کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے اور حضرت علی ؑ نے جو آپ ﷺ کے بعد اس رفع کا خلاف کیا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کے نزدیک آپ ﷺ کے سابقہ طریقہ کے منسوخ ہونے کی دلیل قائم ہو چکی تھی اور کسی نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت وائل بن حجر ؓ کی روایت بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رکوع کرتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وائل ؓ نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ یہ عمل کرتے دیکھا تھا تو بے شک عبد اللہ بن مسعود ؓ نے پچاس مرتبہ دیکھا کہ آپ ﷺ نے یہ (رفع کا) عمل نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے فقط پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا اور بس، اور اس سے بھی یہی امر ظاہر ہے کہ انہوں نے رفع کے منسوخ ہونے کی وجہ سے ہی اسے چھوڑا ہے اور یہ مقول بھی ہے۔“

(۴) محدث العصر، فقیہ الامت حضرت علامہ خلیل احمد

سہارنپوری رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

قال العلامة خلیل أحمد الشیخ نقوروی رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”ثم نقول ان حاشیة البحث فی هذه المسألة ان رفع الیدین فی الانتقالات بعد الرفع عند التخریئة ثبت عن رسول اللہ ﷺ فی غیر حدیث وضح عنه ثم تركه رسول اللہ ﷺ ولم

يُفْعَلُهُ ثُمَّ لَمَّا لَمْ يَنْبَغْ لَهُ الصَّحَابَةُ وَفَعَلَهُ بَعْضُهُمْ فَلَمَّا رَأَوْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الصَّلَاةِ يَزْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسْخًا وَنَهَى عَنْهَا وَبَذَلَ عَلَى ذَلِكَ حَدِيثُ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ الَّذِي أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَقَدْ تَقَدَّمَ سِياقُهُ وَالْبَحْثُ فِيهِ وَالَّذِي قَالُوا فِي جَوَابِهِ أَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْإِشَارَةِ فِي السَّلَامِ فَهُوَ لَفْظٌ وَبَاطِلٌ كَمَا تَقَدَّمَ مُفَضَّلًا

”(بذل المجهود: ۲/۱۰)

علامہ ظہیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”پھر ہم اس مسئلہ میں خاتمہ بحث کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ سے تکبیر اول کی رفع کے بعد دوسرے انتقال کی رفع کی صحیح احادیث سے ثابت ہے (اسی طرح یہ بھی کئی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ) پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک فرمایا اور (دوبارہ) اس عمل کو نہیں کیا۔ پھر جب بعض ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کسی وجہ سے اس سے لاعلم رہ گئے تھے اور اسی بناء پر رفع یدین کیا کرتے تھے، تو جب آپ ﷺ نے ان کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو ان کو منع فرمایا اور روکا، اس بات پر دلیل حضرت تميم بن مطرف کی روایت ہے حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ سے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے اور جس پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے اور جو لوگ اس حدیث کو سلام کے وقت اشارہ پر محمول کرتے ہیں تو یہ بات محض افواہ باطل ہی ہے۔۔۔“

(۵) جامع المنقول والمعقول، راز وان شریعت، امام المجاہدین، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ بھی رفع الیدین کے نسخ کے ناقلین میں شامل ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے ”ایضاح الاول“)

﴿اشتہار﴾

☆☆ رفع الیدین کا عمل منسوخ ہے ☆☆

تکبیر و تحریمہ کے ساتھ رفع الیدین پر اجماع ہے اس کے سوا سب جگہ منسوخ ہے۔

نسخ کی دلیل نمبر ۱: یہ مسلم اور متفق علیہا حقیقت ہے کہ ابتداء میں رفع الیدین کا عمل کثیر تھا یہاں تک کہ سجدہ کو جاتے اور اٹھتے وقت (عَنْ مَالِكِ ابْنِ الْخَوَزِيمِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي صَلَاتِهِ وَإِذَا رَفَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَإِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ حَتَّى يُخَاضِيَ بِهِمَا فَرْوَعُ أَذُنَيْهِ. (النسائي ص ۱۶۵) دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت (عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَثَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا خَدَوَيْهِ مَسْكَبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُرْفَعَ فَعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودَيْنِ فَعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ. ابن ماجه ص ۶۲) اور ہر تکبیر کے ساتھ (عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثَيْدٍ بْنِ غَنْبِيرٍ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَيْرِ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ. (اس ماجہ ص ۶۲) رفع الیدین کا عمل ہوتا تھا۔ پھر کثرت سے قلت کی طرف نسخ ہوتا رہا جیسا کہ صحیح مسلم ۱۸۱/۱ کی روایات میں صراحتہ سلام کے وقت رفع الیدین کا نسخ مذکور ہے (عن جابر بن سمرة ؓ)۔
 قَالَ : كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَآشَارَ يَدَيْهِ إِلَى الْخَائِبِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَامَ تَوْمُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَسِسَ إِنَّمَا يَكْفِي أَخَذَكُمْ أَنْ يُضَعَ يَدُهُ عَلَى فُجْجِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى بَيْتِهِ وَشِمَالِهِ (صحیح مسلم ۱۸۱/۱)۔ نیز خود غیر مقلدین بھی تین چار جگہوں کے سوا، رفع کو منسوخ سمجھ کر نہیں کرتے۔ لہذا جن روایات میں سب سے کم مقدار آئی ہے وہ زیادہ مقدار کے لئے ناخ ہوگی۔ چونکہ احادیث صحیحہ میں سب سے کم مقدار صرف ایک مرتبہ رفع کی آئی ہے لہذا یہ ان احادیث کے لئے ناخ ہوگی جن میں ایک سے زائد رفع کا ذکر ہے، صرف ایک مرتبہ رفع والی روایات میں سے بغرض اختصار صرف دو حدیثوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(۱) **حدیث ابن عمر** رضی اللہ عنہما : عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا نَسَخَ الصَّلَاةَ وَقَعَ يَدَيْهِ خَلْوً مَكْبِيَةً وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُرْفَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا يَبْسُطُ الشَّخْطَيْنِ (مسند

حمیدی ۲۷۷، ۲۸۰، مسند ابی ہریرہ ۴۲۵، ۴۲۶)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نے فرمایا : میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان کرتے۔

نوٹ : اس حدیث کے تمام راوی صحیحین کے اور ثقہ ہیں۔

(۲) **حدیث عبداللہ بن مسعود** ؓ : عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ : أَلَا أَضَلَّنِي بِكُمْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَضَلَّنِي فَلَمْ يُرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ قُرْآنٍ (جامع الترمذی ۵۹/۱)

ترجمہ : علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا : کیوں نہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں؟ (علقمہ فرماتے ہیں کہ) پھر انہوں نے نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ صرف پہلی بار ہی اٹھائے۔

نوٹ : امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : "هذا حديث حسن" اور الجوهري النقي میں ہے کہ : نَوَالِ خَاصِلٌ أَنَّ رِجَالَهُ هَذَا الْخَبِيرُ غُلِي مَرْطَبٌ مُسْلِمٌ يَعْنِي أَنَّ هَذِهِ الْحَدِيثَ فِي سَنَدِ مَامِ مُسْلِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمْ يَكُنْ فِي شَرْطِ الْمَوَافِقِ هُوَ (الجوهري النقي علی حاشیہ المبتدی ۷۸/۲)

تنبیہ : ذخیرہ احادیث میں کہیں بھی اس کی صراحت نہیں کہ رفع کی مقدار پہلے کم تھی پھر اس میں اضافہ ہوا، ورنہ دلیل سے ثابت کیا جائے

جیسے ہم نے صحیح مسلم کی روایت اور خصم کے عمل سے ثابت کیا ہے۔

نسخ کی دلیل نمبر ۲: امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد اور امام طحاوی وغیرہ جیسے عظیم اور مسلم و متفق علیہم محدثین رحمہم اللہ صلی کے نزدیک رفع الیدین منسوخ ہے۔ ان حضرات نے ابواب قائم کر کے پہلے رفع الیدین کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور بعد میں ترک رفع کی۔ اور محدثین کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ منسوخ روایات کو پہلے اور ناخ کو بعد میں ذکر کرتے ہیں۔ دیکھئے امام نووی رحمہ اللہ صلی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: اَذْكُرُ مُسْلِمًا فِي هَذَا الْبَابِ الْاَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ بِالْوَضوءِ مِمَّا مُسْتَبْتَنٌ النَّارُ ثُمَّ غَفَبَهَا بِالْاَحَادِيثِ الْوَارِدَةَ بِتَرْكِ الْوَضوءِ مِمَّا مُسْتَبْتَنٌ النَّارُ فَكَانَتْ يُشِيرُ اِلَى اَنَّ الْوَضوءَ مَنْسُوخٌ وَ اِلَيْهِ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَ غَيْرِهِ مِنْ اَنْبِيَاءِ الْحَدِيثِ بِاَذْكُرُونَ الْاَحَادِيثَ الَّتِي يَرَوْنَهَا مَنْسُوخَةً ثُمَّ يَغْفِيُونَهَا بِالسَّابِقِ (التوہی شرح صحیح مسلم ۱۵۶/۱) یعنی یہاں امام مسلم رحمہ اللہ صلی نے ان احادیث کو ذکر فرمایا ہے کہ جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء کا حکم ہے پھر ان کے پیچھے ان روایات کو لائے ہیں جن میں ترک وضوء کا بیان ہے، گویا وہ اپنے عمل سے اشارہ فرما رہے ہیں کہ وضوء والی روایات منسوخ ہیں۔ اور یہ امام مسلم اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین رحمہم اللہ صلی کی عادت ہے کہ پہلے ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی نظر میں منسوخ ہیں پھر ناخ روایات کو ان کے بعد ذکر کرتے ہیں۔

الحاصل: اس ضابطہ کے پیش نظر، یہ کہنا بالکل بجا اور حق ہے کہ ان

کا صنیع اور انداز تحریر بتا رہا ہے کہ ان کے نزدیک رفع منسوخ ہے۔

امام ترمذی رحمہم اللہ صلی نے ۵۹۶ پر "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ" قائم کر کے پہلے رفع کی حدیثوں کو اور بعد میں ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام نسائی رحمہم اللہ صلی نے ۱۵۸ پر "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ خَذَوِ الْمُسْكِبِينَ" قائم کر کے بعد میں "وَتَرْكُ ذَلِكَ" کا عنوان قائم کر کے رفع کی حدیث کے بعد ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ص ۱۶۱ پر "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ" و "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ خَذَوِ الْمُسْكِبِينَ عِنْدَ الرُّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ" و "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ خَذَوِ الْمُسْكِبِينَ عِنْدَ الرُّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ" قائم کر کے رفع کی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، پھر ان ابواب کے بعد "الرُّكُوعُ خَذَوِ الْمُسْكِبِينَ" کا عنوان قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہم اللہ صلی نے ۱۰۴۸ پر "بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ" قائم کر کے احادیث رفع کا بیان فرمایا ہے اور ص ۱۰۹ پر "بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرُّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ" قائم کر کے ترک رفع کی حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ امام طحاوی رحمہم اللہ صلی نے ۱۶۱ پر "بَابُ التَّكْبِيرِ لِلرُّكُوعِ وَ التَّكْبِيرِ لِلسُّجُودِ وَ الرُّفْعِ مِنَ الرُّكُوعِ هَلْ مَعَ ذَلِكَ رَفْعٌ أَمْ لَا" قائم کر کے شروع میں رفع الیدین کی احادیث ذکر فرما کر آخر میں ترک رفع کی احادیث کے ساتھ ساتھ احادیث رفع کا جواب بھی دیا ہے۔

﴿ کچھ سوالات مجاہدہ ﴾

سوال نمبر ۱: طاؤس رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رحمہ اللہ سے کہا کہ عمل حدیث رفع کے مطابق نقل فرمایا ہے لہذا ان کے نزدیک رفع ہی متعین ہوگی۔

جواب: ہم مانتے ہیں کہ ابتداء میں ان کا عمل حدیث رفع کے مطابق تھا لیکن جب نسخ ثابت ہوا تو ان کا عمل مسند حمیدی کی حدیث ترک رفع کے مطابق ہوتا رہا، جیسا کہ آپ ﷺ سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے۔

دیکھئے امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ" "فَبَيَّنَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرِّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَا يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخٌ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ وَفَاسَتْ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ" آگے فرماتے ہیں "فَبَانَ قَالَ فَإِنَّ طَاوُسًا قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَقْعُلُ مَا يُوَافِقُ مَا رَوَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ ذَلِكَ قَبْلَ لَهُمْ فَقَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ طَاوُسٌ وَقَدْ خَالَفَهُ مُجَاهِدٌ فَقَدْ بَجُورٌ أَنْ يَكُونَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَّ مَا رَأَى طَاوُسٌ يَقْعُلُ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ فَتَرَكَهُ وَفَعَلَ مَا ذَكَرَهُ عَنْهُ مُجَاهِدٌ" (الطحاوی ۱/۱۶۳)

ترجمہ: "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

انہوں نے ابن عمر رحمہ اللہ سے کہا کہ اپنی روایت (یعنی رفع الیدین) پر عمل کرتے ہوئے دیکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی طاؤس رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے لیکن مجاہد رحمہ اللہ نے اس کی مخالفت کی ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ ابن عمر رحمہ اللہ نے طاؤس رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق رفع الیدین اس وقت کیا جب ان کے پاس نسخ کی روایت نہیں پہنچی ہو، پھر جب نسخ کی روایت پہنچی تو انہوں نے رفع الیدین کو ترک کیا جیسے امام مجاہد رحمہ اللہ نے ان سے ترک رفع کے عمل کو نقل کیا ہے۔

سوال نمبر ۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع کا جواب کیا ہے؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) اس میں "وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ تَحْدِثُكَ وَكَثِيرٌ" (طحاوی ۱/۱۶۲) کے الفاظ بھی ہیں (کہ دو سجدوں سے جب کھڑے ہوتے تھے تو رفع الیدین کرتے) حالانکہ ان پر خود غیر مقلدین کا بھی عمل نہیں، وہ ہر رکعت کے دو سجدوں کے بعد رفع الیدین نہیں کرتے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف ترک رفع کا عمل کر کے بتا دیا

کہ رفع کی حدیث منسوخ ہے۔ (طحاوی ۲/۱۶۳)

سوال نمبر ۳: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ متاخر الاسلام صحابی ہیں

اور یہ بھی رفع ہی نقل کرتے ہیں۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں (۱) خود غیر مقلدین کا ان کی

حدیث پر عمل نہیں کیونکہ ان کی حدیث میں سجدے سے اٹھنے کے وقت بھی رفع کا ذکر ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا بھی ذکر ہے (سنن ابی داؤد ۱۰۵۱، ۱۰۵۲) لیکن ان دونوں باتوں پر ان کا عمل نہیں۔

(۲) یہ متاخر الاسلام صحابی رحمہ اللہ جب آخری بار خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو اس حاضری کے وقت صرف پہلی بار رفع کا ذکر فرماتے ہیں اور بس (دیکھئے سنن ابی داؤد ۱۰۵۱، ۱۰۵۲)

سوال نمبر ۴: حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ بھی متاخر الاسلام ہیں اور ناقل رفع ہیں۔

جواب: اس کے کئی جواب ہیں (۱) اس میں ”حسن یسجد“ کے الفاظ بھی ہیں کہ سجدہ کے وقت بھی رفع کرتے تھے، حالانکہ غیر مقلدین اسے چھپاتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

(۲) سنن ابی داؤد کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہے جس نے نوے (۹۰) عورتوں سے متحد کیا (میزان الاعتدال، تذکرۃ الخطا) دوسرا راوی یحییٰ بن ایوب ہے جو ضعیف ہے (رجال ۲۰۳/۱) نیز طحاوی کی سند میں اسماعیل بن عیاش روایت کرتے ہیں صالح بن کیسان غیر شامی سے، اور ان کی روایت غیر شامیین سے حجت نہیں سمجھی جاتی عند الخصم، (طحاوی ۱۶۴/۱)۔

(۳) صحیح بخاری ۱/۱۱۰ پر صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ کی

حدیث موجود ہے جس میں رفع الیدین کا ذکر نہیں، لہذا اس کو حدیث رفع پر ترجیح ہوگی۔ پوری حدیث یوں ہے: ”إِنْ أَبَاهُ نَزَرَةً كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مَنْ السُّكُوتِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يُسْجِدَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَيْنِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَأُكُمْ شَيْئًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ بِصَلَاتِهِ حَتَّى يَفَارِقَ الدُّنْيَا“

اس طویل حدیث میں خط کشیدہ دو جملے انتہائی اہم ہیں۔

نمبر ۱: حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ نے قسم کھا کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ اور قدرت میں میری جان ہے میں تم سے زیادہ مشاہدہ ہوں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ، یعنی میری نماز آپ ﷺ کی نماز کے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔

نمبر ۲: بیشک آپ ﷺ کی یہی ترک رفع والی نماز تھی یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یعنی آخر دم تک ترک رفع والی نماز پڑھتے رہے۔

تنبیہ نمبر ۱: کیا رفع والی نماز کے بارے میں ذخیرہ احادیث میں ایسا جملہ پایا جاتا ہے اگر ہے تو صحیح سند سے پیش کریں۔ "مَازَالَتْ تِلْكَ صَلَواتُهُ عَنِّي لَقِيَ اللَّهُ" منکھوت جملہ پیش کرنے کی اجازت نہیں۔ ہماری طرح صحیح سند سے پیش کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ نمبر ۲: بعض کہتے ہیں کہ اس میں جس طرح سند الرفع کو رفع کا ذکر نہیں اسی طرح عند التكبيرة الأولى کا بھی ذکر نہیں، پھر بھی ابتداء میں رفع کیا جاتا ہے یہ کیوں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم اجماع کو بھی حجت مانتے ہیں چونکہ اس رفع پر اجماع ہے اس وجہ سے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے سوا پر اجماع نہیں لہذا اسے اس حدیث کی وجہ سے منسوخ مانتے ہیں۔ اعتراض تو غیر مقلدین پر وارد ہوتا ہے کہ اس صحیح اور آخری عمل کو کیوں قبول نہیں کرتے؟

سوال نمبر ۵: حضرت مالک بن حویرث رحمہ اللہ (جو متاخر الاسلام ہیں) بھی رفع کے ناقل ہیں۔

جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) امام نسائی رحمہ اللہ صحیح نے ص ۱۶۵ پر ان سے سجدے کی رفع الیدین بھی نقل فرمائی ہے جس پر خود غیر مقلدین کا عمل نہیں، تو اب ان کا آدمی حدیث کو ماننا اور آدمی کو چھوڑنا اَفْتُوْا مَنْوَنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کا مصداق ہے یا نہیں؟

(۲) اس کی ایک سند میں ابو قلابہ ہے جو ناصحی تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہیں رہا تھا، دوسری سند میں نصر بن عاصم ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔ (رسائل ۲۰۵۸)

(۳) ان کی حدیث میں "فروع اذنیہ" کانوں کے بالائی حصہ تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر بھی ہے (دیکھئے صحیح مسلم)، حالانکہ یہ ہمیشہ کندھوں تک اٹھاتے ہیں اور اس آخری حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

سوال نمبر ۶: ابو حید الساعدی رحمہ اللہ کی حدیث میں بھی رفع کا ذکر ہے۔ جواب: اس کے بھی کئی جواب ہیں (۱) ابو حید الساعدی رحمہ اللہ کی صحیح روایت جو صحیح بخاری ۱۱۴۸ پر ہے اس میں صرف پہلی مرتبہ رفع کا ذکر ہے اور بس، لہذا ان کی صحیح روایت غیر مقلدین کے خلاف ہے۔

(۲) ابوداؤد اور طحاوی کی سند میں عبد الحمید بن جعفر ضعیف راوی ہے، طحاوی ۱۶۴۸ پر ہے "فَبَانْتَهُمْ يَضْعَفُونَ عِنْدَ الْحَبِيدِ فَلَا يَقِيْمُونَ بِهِ خُجَّةً" یعنی چونکہ محدثین عبد الحمید کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس لئے اس سے دلیل نہیں پکڑتے۔

(۳) اس حدیث میں "فَقَالُوا جَمِيعًا ضَدَقْتُ" کا جملہ ابو عاصم کے سوا دوسرا کوئی نقل نہیں کر رہا، طحاوی ۱۶۴۸ پر ہے "خَدِثْتُ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَبِيدِ هَذَا فَبَيْنَهُ فَقَالُوا جَمِيعًا ضَدَقْتُ" فَلَيْسَ يَقُولُ ذَلِكَ أَحَدٌ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ

﴿سؤالات و مطالبات﴾

غیر مقلدین سے درج ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) جس طرح ہم نے باحوالہ رفع الیدین کا نسخ ثابت کیا ہے، کیا اس طرح تم عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کی ترک رفع کی احادیث کا نسخ ثابت کر سکتے ہو؟ اگر ہمت ہے تو کر کے دکھاؤ۔

(۲) موطا امام مالک ص ۵۹ پر سلسلۃ الذہب سند سے صرف ابتداء اور بعد الرکوع رفع ثابت ہے رکوع سے قبل کا رفع نہیں، پوچھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز جو رکوع جاتے وقت کی رفع کے بغیر ہوئی ہے، صحیح ہوئی یا فاسد؟ ناقص ہوئی یا کامل؟

(۳) محدث ابن حزم رحمہ اللہ نے ”محلی ۲۳۵۳“ پر حدیث ترک رفع کو بھی صحیح قرار دے کر فرمایا ہے کہ رفع الیدین نہ کرنے والے بھی آپ ﷺ کی نماز پڑھتے ہیں اور ”صَلُّوا حَتَّىٰ رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“ پر عامل ہیں۔ غیر مقلدین یہ بتائیں کہ تمہارے اس جدا عظیم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صحیح ہے یا جھوٹ؟ اور احادیث ترک رفع پر عمل کرنے والوں کو خلاف سنت نماز پڑھنے والے کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ابن حزم کی تصحیح پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ نیز جن محدثین کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کر کے ان کی تقلید میں احادیث

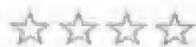
رسول ﷺ کو صحیح اور ضعیف کہنا فرض اور ضروری ہے ان کے نام اور ان کی تقلید کا فرض اور واجب ہونا آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت کریں۔ قیاس کر کے شیطان بننے اور تقلید کر کے مشرک بننے کی اجازت نہیں۔

(۴) رکوع سے قبل و بعد رفع قصد آیا سہواً چھوڑنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا مکروہ؟ سجدہ سہو کرنا ضروری ہے یا دوبارہ پوری نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ قصد و سہو کا فرق بھی واضح کریں۔

(۵) بعض غیر مقلدین رفع الیدین کو فرض، بعض سنت اور بعض مستحب کہتے ہیں، ان میں سے حدیث کے خلاف کونسا ٹولہ ہے؟ تنبیہ: ان پانچ سوالات کے جوابات میں قیاس جیسے شیطانی عمل اور کسی کی تقلید کر کے شرک کے ارتکاب سے احتراز آپ کا فرض منصبی ہے۔ نیز جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی اجازت نہیں۔

از حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب رحمہ اللہ، ۶ مفر ۱۴۲۱ھ

(جامعہ خلفائے راشدین رحمہم اللہ مدنی کالونی گرینس ماری پور کراچی۔)



﴿اشتہار ”اظہار حق“ کا خلاصہ﴾

ہمارے اشتہار بنام ”رفع یدین کا عمل منسوخ ہے“ کا جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے اشتہار بنام ”نماز میں رفع یدین کا عمل سنت متواتر ہے“ کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ جناب غیر مقلد صاحب اپنی اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوئے اس کا صحیح اندازہ تو اہل علم حضرات ہی لگا سکتے ہیں، کہ جناب غیر مقلد صاحب نے کہاں کہاں حق چھپانے کی کوشش کی ہے، کتنا جھوٹ بولا ہے اور کتنے افتراء و بہتان کے تیر چلائے ہیں۔

ہم نے عدل و انصاف کے غور عوام کے نفع کی خاطر اس اشتہار کا تفصیلی جواب لکھ کر سب سے پہلے جناب نصیب شاہ کی خدمت میں بھیجا اور ان سے پر زور مطالبہ کیا کہ اس کا جواب ضرور لکھیے ورنہ.....

لیکن سال سے زیادہ مدت گزر گئی کہ جناب کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا، اللہ جانے غیر مقلد دوست کا ارادہ اس قرض کو اتارنے کا ہے بھی یا نہیں؟

قارئین کرام! یہ تفصیلی جواب بھمد اللہ تعالیٰ ہمارے پاس محفوظ ہے جن کو شوق ہو آ کر ملاحظہ فرمائے۔

برادران محترم! زیر نظر رسالے میں ہم نے اپنا اشتہار دینے کا فیصلہ کر لیا، تو ہم نے ضروری سمجھا کہ اپنے قارئین کرام کو یہ بھی بتاتے جائیں کہ اس اشتہار کا ایک نامکمل اور ناقص جواب لکھا گیا ہے جس کے پرچے ایسے اڑائے گئے ہیں آج سو سال کے بعد بھی فریق ثانی ”صم بکم“ کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی ان کی قسمت پر خاموشی ہی چھائی رہے گی۔ طوالت کے خوف سے اس مختصر رسالے میں پورے اشتہار کو تو نقل نہیں کیا جاسکتا البتہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد صاحب کے جو جھوٹ، فریب دہی اور زالی تحقیقات سامنے آئی ہیں صرف انہی کو اپنے پیارے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، جنہیں پورا جواب دیکھنے کا شوق ہے وہ ہمارے یہاں تشریف لے آئیں۔

☆ غیر مقلد نصیب شاہ صاحب کے جھوٹ اور دھوکے ☆
جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۱): غیر مقلد صاحب نے لکھا: ”سجدوں اور ہر تکبیر والے روایات ضعیف ہیں“

قارئین کرام! غیر مقلد صاحب کا یہ دعویٰ درجہ ذیل وجوہ کی بناء پر جھوٹ اور دھوکہ ہے۔

(۱) ”مجمع الزوائد ۲: ۲۷۰“ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث موجود ہے جس میں رکوع اور سجدہ کی رفع کا ذکر ہے۔

(۲) جناب نصیب شاہ صاحب نے بعض روایات کو صحیح سمجھنے کے

باوجود غیر معصومین کی تقلید کرتے ہوئے ان میں تاویلات کی ہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۲): ہم نے علامہ نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک قاعدہ نقل کیا ہے، جناب غیر مقلد صاحب نے ایک ہی جملہ بول کر اس سے گلو خلاصی کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں: ”یہ قاعدہ خود ساختہ بھی تمہارے خلاف ہے۔“

قارئین کرام! اس قاعدہ کو خود ساختہ کہنا جھوٹ اور دھوکہ ہے، کیونکہ ہم نے کتاب کے حوالے اور عربی عبارت کے ساتھ یہ قاعدہ پیش کیا ہے، تو خود ساختہ کیونکر ہوا؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۳): غیر مقلد دوست لکھتے ہیں: حضرت وائل رحمہ اللہ کی اس آخری ملاقات میں خاص کر رفع یدین کا تذکرہ کیا ”عن وائل بن حجر لا نظرون“ (الحديث)

قارئین کرام! حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ کی اس روایت کو آخری ملاقات کی روایت قرار دینا بھی جناب کا خالص جھوٹ اور دھوکہ ہے، علامہ نسائی رحمہ اللہ اس روایت کو پہلی بار آمد کی روایت قرار دے رہے ہیں اور برانس و کمبل والی روایت کو آخری فرما رہے ہیں،

فرماتے ہیں: قُلْتُ لَا نَظُرُونَ... وَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِي آخِرِهِ ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذَلِكَ بِزَمَانٍ فِيهِ بَرَزَ قَرَأَتْ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُ الثِّيَابِ فَحَرَّكَ أَيْدِيَهُمْ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ (السنن الكبرى للسيوطي ۲/۲۸) اس روایت میں سرودی

کے زمانہ میں دوبارہ آنا اور گرم کپڑوں کے نیچے رفع یدین کرنا اور (ابوداؤد کی روایت کے مطابق) اس بار صرف پہلی مرتبہ رفع کا دیکھنا صراحت لکھا ہوا ہے۔ جھوٹ اور دھوکہ نمبر ۴: ”إِذَا نَسِيَ أَخَذَ كُمْ فَلْيَنْجِدْ سَخَدَتَيْنِ“ (الحديث) اور ”لِكُلِّ سَهْوٍ سَخَدَتَانِ بَعْدَ مَا يُتْلَمُ“ (الحديث)

قارئین کرام! جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے ان دو حدیثوں کا خلاصہ اور ترجمہ بتاتے ہوئے حدیث کو کس چالاکي سے بگاڑ کر اپنے نظریے کا تحفظ کیا ہے۔ ”بائین عقل و دانش بایہ گریخت“

ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں بھول جائے تو آخر میں دو سجدے کر لیں، ہر بھول واقع ہونے پر سلام پھیرتے وقت دو سجدے ہیں“

برادران محترم! جناب غیر مقلد صاحب نے ”سلام پھیرتے وقت“، کہہ کر بات گول مول کر لی کہ سلام کے بعد دو سجدے کرے یا سلام سے پہلے؟ چونکہ جناب کے مذہب میں سلام سے پہلے دو سجدے ہیں، اور یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر بھول پر سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ حدیث کے الفاظ میں ”بعد السلام“ کا معنی کون نہیں جانتا؟

عزیزان محترم! ”بعد السلام“ کا صاف ترجمہ چھوڑ کر اسے گول مول کرنا، کیا دھوکہ، جھوٹ اور اپنے مذہب کو حدیث مبارک پر ترجیح دینا نہیں؟

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۵) : جناب غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں : امام بخاری کے استاد علی بن مدینی عبد اللہ بن عمر کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں : کہ مسلمانوں پر لازم اور حق ہے کہ نماز میں رفع یدین کریں۔“

قارئین محترم ! علی بن مدینی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں : ”حَقُّ عَلٰی السُّلَمِيِّينَ الْخ“ ان کے کلام میں لازم کا لفظ نہیں، یہ جناب غیر مقلد صاحب کا اضافہ ہے۔ باقی بالفاظ حق، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ حق استحبانی بھی ہوتا ہے اور وجوبی بھی، اس کو بدوں دلیل وجوبی اور لزومی پر محمول کرنا سید زوری اور قائل کے ذرا اپنی طرف سے ایسی بات لگانا ہے جس سے وہ خوش نہیں۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۶) : لکھا ہے کہ : ”امام ابن مبارک فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کے احادیث تعداد کثرت اور قوت صحت کے لحاظ سے اتنا قوی ہے کہ جیسے میں اس وقت نبی کریم ﷺ کو رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں الخ“

قارئین کرام ! جناب غیر مقلد صاحب نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ کی اس عبارت سے رکوع جاتے اٹھتے وقت رفع یدین کا وجوب ثابت کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ واجب ہے۔ حالانکہ اس پوری عبارت میں ایک مرتبہ بھی وجوب و لزوم کا لفظ نہیں۔

برادران محترم ! ثبوت الگ چیز ہے اور حکم اور اس کا درجہ وحیثیت الگ چیز، الگی عبارت ثبوت سے متعلق ہے حکم کے درجہ اور حیثیت سے متعلق نہیں، کہ فرض ہے یا واجب یا سنت و مستحب۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۷) : جناب نے لکھا ہے کہ : ”امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں لا یحل ترکہ یعنی رفع یدین کا چھوڑنا ہرگز جائز نہیں“

قارئین محترم ! حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا جو قول ہمیں ملا ہے اس میں ”لا یحل ترکہ“ (کہ چھوڑنا حلال نہیں) کا نام و نشان تک نہیں، ہاں وہ تو ثواب کی امید کی بات کرتے ہیں، ”الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قُلْتُ لِلشَّافِعِيِّ مَا مَعْنَى رَفَعَ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ مَعْنَى رَفَعَهَا عِنْدَ الْإِفْتِاحِ نَعْطِيْمَا لِلَّهِ وَشَيْءٌ مُنْعَعٌ يُرْجَى ثَوَابُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَثَلُ رَفَعَ الْيَدَيْنِ عَلَى الشَّافِعِ وَالْمَرْوَةِ وَغَيْرِ هُنَا“ (السنن الکبری للبیہقی ۲-۸۲)

قارئین کرام ! اس عربی عبارت کا ترجمہ جناب نصیب شاہ غیر مقلد سے کرا کے پوچھ لیجئے کہ کس لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ ”رفع یدین کا چھوڑنا قطعاً جائز نہیں“۔

جھوٹ اور دھوکہ نمبر (۸) : میرے غیر مقلد دوست فرماتے ہیں : ”امام اوزاعی امام حمیدی اور امام ابن خزیمہ رفع یدین کو واجب کہتے تھے“۔

برادران محترم ! یہ تینوں حضرات صرف تکبیرہ تحریرہ کے وقت رفع الیدین کو واجب فرماتے ہیں اور بس، رکوع سے قبل و بعد اور تیسری رکعت کی رفع کو ان حضرات نے ہرگز ہرگز واجب نہیں فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وَقَوْلُ ابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ: أَجْمَعَ الْقُلَمَاءُ عَلَى جَوَازِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الْفَتْحِ وَالصَّلَاةِ وَمَنْ قَالَ بِالْوُجُوبِ أَيْضًا الْأَوْزَاعِيُّ

وَالْحَمِيدُ شَيْخُ الْإِسْلَامِ وَابْنُ خَزِيمَةَ بْنِ أَصْحَابِنَا رَفَعَ الْبَارِئُ ۲، ۲۷۹)

اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ اختلاف افتتاح صلاۃ کی رفع میں ہے اور بس، رکوع سے قبل و بعد کی رفع میں کسی کا اختلاف نہیں (عبارت کا ترجمہ کسی غیر مقلد سے کرانا چاہئے)

برادران محترم! آپ نے دیکھا کہ ان غیر مقلد صاحب نے حضرات محدثین و محققین رحمہ اللہ پر کس قدر جھوٹ و افتراء باندھا ہے مگر پھر بھی ان کا مقصد پورا نہ ہو سکا...

ج

نہ خدا ہی ملا نہ وصال ضم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے جب کھل گئی بطلالت پھر اسکو چھوڑ دینا نیکوں کی ہے یہ سیرت راہ ہدیٰ یہی ہے

﴿غیر مقلد دوست کے معیار علم کے چند نمونے﴾

نمونہ نمبر ۱: جناب نصیب شاہ غیر مقلد لکھتے ہیں: "اصطلاحی طور پر فرض واجب سنت جو بھی حکم لگا دو دلائل کے روح (صحیح لفظ "رو" ہے۔ ناقل) سے وہ درست ہے۔"

قارئین کرام! علمی دنیا میں فرض، واجب اور سنت میں فرق مسلم اور بدیہی ہے کسی مکتب فکر نے اس کا انکار نہیں کیا، لیکن جناب غیر مقلد صاحب کا دعویٰ دیکھیے کہ یہ دلائل کے "روح" سے ثابت ہے، کاش جناب نصیب شاہ صاحب کا کوئی دیدار اور حق پرست مقتدی اور مقلد اٹھ کر جناب سے پوچھ لے کہ وہ دلائل ذرا بتا دیجئے جن سے رفع یدین کا فرض اصطلاحی ہوتا اور واجب اصطلاحی ہونا اور سنت اصطلاحی ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان میں اتحاد بھی ثابت ہوتا ہے، تو کیا ہی مزہ آ جاتا۔

ترجمہ کہ نرمی بلکہ عداۃ اعرابی ::::: کیس رہ کہ تو می روی ہتر کستان است

نمونہ نمبر ۲: جناب نصیب شاہ غیر مقلد نے تین دفعہ لکھا ہے "عیدین اور تروں میں رفع یدین کرنے کی کوئی مرفوع صحیح اور صریح حدیث نہیں"۔ جناب نے یہ لکھ کر ہمیں طعنہ دیا ہے کہ جہاں ثابت نہیں وہاں کرتے

ہوا اور جہاں ثابت ہے وہاں نہیں کرتے۔

میرے پیارے غیر مقلد دوست! ہمارے ہاں چونکہ رکوع کی رفع منسوخ ہے اس وجہ سے نہیں کرتے، اور وتر وعیدین کی رفع ہم مقلدین، ماہر شریعت اور مجتہد کی رہنمائی اور تقلید میں کرتے ہیں۔ مشکل تو آپ جیسے غیر مقلدین کے سر آ پڑی ہے کہ آپ کی پوری جماعت عیدین اور وتر میں عام نمازوں سے زیادہ رفع کرتی ہے حالانکہ بقول آپ کے، یہ رفع کسی صحیح مرفوع صریح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا جناب غیر مقلد دوست آپ ہی بتائیے، آپ لوگ یہ رفع تقلیداً کرتے ہو یا قیاساً؟ جبکہ آپ کے یہاں تقلید حرام فعل ہے اور قیاس شیطان کا کام ہے۔ اس مسئلہ میں آپ کی پارٹی کچھ حرام فعل کر کے رفع یدین کرتی ہے یا شیطان کی جماعت میں شامل ہو کر رفع کرتی ہے؟

ع

الجما ہے پاؤں یا رکاز لاف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

گل گلچیں کا گدہ بلبل ناشاد نہ کر تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

نمونہ نمبر ۳: جناب غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں: ”لیکن

مقلدین اس عمل سے رجوع کے لیے تیار نہیں جو اول تا آخر اسلام میں حرام رہا ہے یعنی عورتوں کا حلال کرنا۔“

قارئین کرام! ہمارے حنفیہ کے یہاں سے لکھا جاتا ہے کہ تین

طلاق کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلالہ شرعیہ کے بعد حلال ہو جائے گی، اور حلالہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عورت کو شوہر تین طلاقیں دے وہ عدت کے بعد اپنی مرضی سے دوسرے سے نکاح کر لے پھر وہ (دوسرا شوہر) صحبت کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دیدے یا وہ قضائے الہی سے فوت ہو جائے تو عدت کے بعد اگر یہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ جائز ہے۔

ہم غیر مقلد سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حلالہ شرعیہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں؟ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ”حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ“ میں کیا تین طلاقیں والی عورت کے حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟ اور صحیح بخاری (ص ۷۹۲، ۸۰۱، ۸۰۲) کی حدیث جس میں آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا (جس کو شوہر تین طلاق دے چکا تھا اور وہ دوسرے سے نکاح کر چکی تھی لیکن صحبت نہیں ہوئی تھی اور وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی تھی بدو شوہر ثانی سے صحبت کیے) ”لَا حَتَّىٰ تَذُوْقِي غُسْلَتَهُ وَتَذُوْقِي غُسْلَتَكَ“ کہ جب تک ہمبستری اور صحبت نہ کر لو پہلے شوہر کے پاس جانا تیرے لیے حلال نہیں۔ جناب من! کیا صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث میں تین طلاق کے بعد حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟

جناب من! حلالہ شرعیہ جس کی تفصیل اوپر لکھ چکا ہوں کیا اسلام میں اول تا آخر حرام رہا ہے؟ استغفر اللہ!!!! جو چیز قرآن وحدیث سے اول تا آخر ثابت ہے اس کو تو حرام سمجھ رہے ہیں اور جو چیز ناجائز اور حرام ہے اول تا آخر

اس کے حلال ہونے کے دھڑا دھڑ فتوے دیئے جا رہے ہیں....

تین طلاقوں کے بعد شوہر اول کے لیے حلال ہونے کی صورت کو قرآن کریم نے "حتی تنكح زوجا غيره" سے مقید کیا ہے لیکن ان غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس صریح قید کو اڑا کر فتویٰ دیا کہ بدوں کسی اور سے نکاح کیئے حلال ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق پانے والی عورت سے فرمایا کہ جب تک دوسرے شوہر سے ہمبستری نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، لیکن آج کے محققین نے اس صحیح حدیث کے خلاف فتویٰ دیکر فیصلہ دیا کہ دوسرے سے نکاح کے بغیر بھی پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔

ع ہم الزام ان پر رکھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

الحاصل: جناب نصیب شاہ غیر مقلد کے اشتہار کی کچھ جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ جو حضرات دونوں اشتہار اور ہمارا تفصیلی جواب دیکھنا چاہیں وہ تشریف لائیں اور ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿جلسہ استراحت کا حکم﴾

اکثر ائمہ الفقہ والحدیث جلسہ استراحت کے قائل نہیں۔ یہ حضرات جلسہ کے بغیر سیدھا کھڑے ہونے کو افضل فرماتے ہیں۔ ان جبال علم و معرفت کے اقوال و اسماؤ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَيْسَ التَّمْهِيدُ اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ فِي النَّهْيِ عَنْ السُّجُودِ فَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ زُرَّاعٍ وَالثَّوْرِيُّ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ يَنْهَوْنَ عَلَى صَلَواتٍ قَدْ نَبِهَ وَلَا يَجْلِسُ (حاشیہ القاری ۱/۱۱۳) ان حضرات کا اپنا عمل بھی جلسہ استراحت نہ کرنا تھا۔

قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عِيَّاشٍ: أَذْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَفْعَلُ ذَلِكَ (حوالہ بالا) نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار صحابہ کرام ﷺ کو اسی طرح (یعنی جلسہ استراحت نہ) کرتے دیکھا ہے۔

قَالَ أَبُو الزِّنَادِ: وَذَلِكَ الشُّعْبَةُ (حوالہ بالا) ابو زنا فرماتے ہیں سنت یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ کرے)

وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ وَرَأَاهُ بِهِ وَقَالَ أَحْمَدُ: وَاتَّخَذَ الْأَحَادِيثُ بَذْلُ عَلِي
هَذَا (دار بالا) امام احمد اور راہو یہ کا قول بھی یہی ہے (کہ جلسہ استراحت نہ
کرے) اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکثر احادیث اسی پر دلالت کرتی
ہیں (کہ جلسہ استراحت نہیں) یاد رہے کہ یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام
بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔

﴿دلائل﴾

(دلیل ۱): حدیث کسی اتصالاً بروایہ ابی ہریرہؓ، آپ ﷺ نے
حضرت خلد بن رافعؓ کو نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے عید کی تعلیم کے بعد فرمایا: ثُمَّ
ارْفَعُ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ تَحْلِفُ (صحیح بخاری
۹۸۶/۲) اس حدیث میں دوسرے عید کے بعد پوری نماز میں سیدھے کھڑے
ہونے کا حکم دیا ہے اور بیٹھنے کا ذکر نہیں۔ چونکہ دوسری اور چوتھی رکعت کے بعد مستقل
قعدہ ہے اس لیے ظاہر ہے کہ یہ پہلی اور تیسری رکعت سے متعلق ہوگا۔

اشکال: صحیح بخاری ۹۲۴/۲ پر "حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا" کی جگہ
"حَتَّى تَطْمَئِنُّ جَالِسًا" کے الفاظ ہیں جو جلسہ استراحت پر وال ہیں، لہذا
حنفیہ کا استدلال تام نہ ہوا۔

جواب: یہ کسی راوی کا وہم ہے صحیح روایت "حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا"

ہی ہے، دو وجہ سے:

(۱) خود حافظ ابن حجر الشافعی رحمہ اللہ نے اس وہم کو تسلیم کیا ہے (فتح الباری ۱/۲۲۲)۔

(۳۵۵)

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ کا صلیب بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ انہوں نے "حَتَّى
تَطْمَئِنُّ جَالِسًا" کے بعد فرمایا "قَالَ أَبُو أُسَامَةَ فِي الْأَخِيرِ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا" (صحیح
بخاری ۹۲۴/۲، فتح الباری ۱/۱۱، ۱/۳۱، ۱/۴۳)

(دلیل ۲): حدیث ابی ہریرہؓ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي
الصَّلَاةِ عَلَى صَلَوَةٍ قَدَمَيْهِ. (ترمذی ۱۸۶۸) کہ آپ ﷺ نماز میں پنجوں کے بل
کھڑے ہوتے تھے۔

اعتراض: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند میں خالد
ابن الیاس راوی ضعیف ہے۔

جواب: محقق ابن الصمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سند کے ضعف کے
باوجود تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ صحیح اور قابل حجت ہے۔ (ماہیۃ البخاری ۱/۱۱۳)
غیر مقلدین کی دلیل: حدیث مالک بن الحویرثؓ اس میں "لَمْ
يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا" آیا ہے۔ (بخاری ۱/۱۱۳)

جواب: اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ اس کی سند میں ابو قلابہ ہے جو ناہی مذہب کا تھا اور اس کا
شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔ (رسائل ۲۰۵/۱)

۲۔ ابو قلابہ کے ایک شاگرد ابوب السخیاکی فرماتے ہیں: كَانَ يَفْعَلُ

شَيْنَا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَكَ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ (بخاری ۱۱۳۱) کہ مالک بن الحویرث ؓ نے عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی اور میں نے اس بوڑھے عمرو بن سلمہ کی طرح کسی اور کو جلسہ استراحت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام معمول جلسہ استراحت نہ کرنے کا تھا۔

۳۔ بنا بر صحت حدیث عذر اور حاجت پر محمول ہے، خود غیر مقلدین کے سر تاج علامہ ناصر البانی فرماتے ہیں: جلسہ استراحت مشروع نہیں صرف حاجت کے لئے ہے۔ (ارواء الغلیل ۲/۸۳ بحوالہ رسائل ۳/۳۴۶)

کچھ سوالات و مطالبات

۱۔ کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ جلسہ استراحت سنت موکدہ ہے؟

۲۔ کیا اس جلسہ میں کوئی ذکر بھی مسنون ہے؟ یہ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِيَذْكُرَیْ کے خلاف ہے یا نہیں؟

۳۔ کیا جلسہ استراحت کے بعد تکبیر کہہ کر اٹھنا بھی کسی حدیث سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو یہ سنت یا مستحب نہ ہوگا کیونکہ ہر خفض و رفع میں تکبیر و ذکر ہے۔

۴۔ ابو مالک اشعری ؓ نے اپنی قوم کو جب آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ سکھایا تو انہوں نے تکبیر اول کے بعد نہ رفع یدین سکھائی اور نہ ہی جلسہ

استراحت سکھایا (مسند احمد ۵/۴۳۹، مجمع الزوائد) کیا اس صحابی نے سنت کی خلاف نماز سکھائی؟ کیا یہ تارک سنت تھے؟ کیا انہوں نے اپنی قوم کو خلاف سنت گمراہ کیا؟

۵۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضور اکرم ﷺ صحابہ ؓ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، کیا ان ائمہ اور صحابہ و تابعین ؓ کی نماز ہوئی یا نہیں جو جلسہ استراحت نہ کرتے تھے؟ ان کے ذمہ ان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بھولے سے جلسہ استراحت چھوڑے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

۶۔ غیر مقلد علامہ البانی نے جو تاویل کر کے اس حدیث کو حاجت پر محمول کیا ہے، اس کی وجہ سے وہ حدیث رسول ﷺ میں تحریف کے مرتکب ہو کر گمراہ ہوئے یا نہیں؟ ان کی تاویل صحیح ہے یا پھر غلط؟

یاد رکھئے! ان تمام سوالات کے جواب صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دینا ضروری ہے قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب و نقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وتر اور قنوت کے مسائل﴾

مسئلہ نمبر (۱) : نماز وتر تین رکعت ہے۔

(۱) "کِتَابُ التَّهَجُّدِ" میں امام بخاری رحمہ اللہ نے امی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل فرمائی ہے جس میں ایک سوال کے جواب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان دونوں صورتوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے، چار (۴) پڑھتے انتہائی حسن وطوالت کے ساتھ، پھر چار (۴) پڑھتے انتہائی حسن وطوالت کے ساتھ، پھر "بُصَلِّی ثَلَاثًا" یعنی تین پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے پوچھا: "یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔" (صحیح بخاری ۱۰۵۴)

فائدہ : اس حدیث میں آٹھ تہجد اور تین رکعت وتر کا ذکر ہے اور "فِی رَمَضَانَ وَلَا فِی غَیْرِہ" کے اضافے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عمل سال کے بارہ مہینے ہوتا تھا۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ يُقْرَأُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بِسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْقَلْبِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مسندک حاکم ۱/۶۰۸، ترمذی ۱/۱۰۶، طحاوی ۱/۲۰۰) اس مضمون کی روایت حضرت ابی بن کعب، عبد اللہ بن عباس، عمران بن حصین وغیرہم رضی اللہ عنہم سے بھی سند صحیح اور حسن سے مروی ہے۔

(نسائی ۱/۲۴۸، ترمذی ۱/۱۰۶، طحاوی ۱/۲۰۰، عبد الرزاق ۳/۳۳، ابن ابی شیبہ ۲/۱۹۹) ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے، پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص اور معوذتین پڑھتے (اور بعض روایات میں ہے کہ تیسری میں اخلاص پڑھتے)

توثیق : قَالَ الْخَائِمُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (المستدرک ۱/۶۰۹)

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَعِنْدَ الثَّانِي بِسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى بَنِي كَعْبٍ (عمدة القاری ۵/۲۱۵)

قَالَ الْأَمَامُ التِّرْمِذِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذَا (أَيُّ حَدِيثٍ) عَائِشَةَ، النَّاقلُ حَدِيثٌ حَسَنٌ (الترمذی ۱/۱۰۶)

(۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

فَاسْتَقِظْ فَنُوشِكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ "اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ لَعَنَى خَتَمَ السُّورَةِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ اَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى تَفَجَّ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتٍّ رَكَعَاتٍ كُلُّ ذَلِكَ يَسْتَنَّاكَ وَتَتَوَضَّأُ وَتَقْرَأُ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ اُوْتِيَ بِثَلَاثٍ (رواه مسلم، مشکوٰۃ: ۱۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ (ایک رات) حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہاں سوئے چنانچہ (انہوں نے بیان کیا کہ) آپ ﷺ رات میں بیدار ہوئے، مسواک کی، اور وضو کیا پھر یہ آیت پڑھی۔۔۔ آخر سورت تک اس کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی، جس میں قیام، رکوع اور سجدے کو طویل کیا پھر (دو رکعت نماز سے) فارغ ہو کر سو گئے اور خراٹے لینے لگے تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا (یعنی مذکورہ طریقہ پر دو رکعت پڑھ کر سوتے پھراٹھ جاتے) اس طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر بار مسواک بھی کرتے وضو بھی کرتے اور آیتیں بھی پڑھتے تھے پھر آخر میں آپ ﷺ نے وتر کی تین رکعت پڑھیں۔

(۴) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَا رُمْقَ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اللَّيْلَةَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اُوْتِيَ فَبَدَأَ بِذَلِكَ ثَلَاثَةَ عَشْرَةَ رَكَعَةً، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَقَوْلُهُ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا اَرْبَعَ مَرَّاتٍ هَكَذَا فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ (مشکوٰۃ: ۱۰۶)

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک رات میں نے ارادہ کیا کہ) میں آج کی رات آپ ﷺ کی نماز کو دیکھتا رہوں گا چنانچہ (میں نے دیکھا کہ) پہلے آپ ﷺ نے دو رکعتیں ہلکی پڑھیں پھر دو رکعتیں طویل طویل (طویل سی پڑھیں پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو ان دونوں سے کم (طویل) تھیں جو آپ ﷺ نے ان سے پہلے پڑھی تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی جانے والی دونوں رکعتوں سے کم (طویل) تھیں، پھر آپ ﷺ نے وتر پڑھے اور یہ سب تیرہ (۱۳) رکعتیں ہو گئیں (مسلم) اور زید کا یہ قول کہ پھر دو رکعتیں پڑھیں جو پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں سے کم تھیں صحیح مسلم میں، حمیدی کی کتاب کہ جس میں انہوں نے فقط مسلم ہی کی روایتیں نقل کی ہیں اور موطا امام مالک، سنن ابی داؤد نیز جامع الاصول سب میں چار مرتبہ منقول ہے۔

(۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وَتَرُ صَلَاةُ النَّهَارِ. (ابن ابی شیبہ ۱۸۳/۲، عبد الرزاق ۲۸/۳، طحاوی ۱۹۷/۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مغرب کی نماز دن کی وتر ہے۔

توشیح: قَالَ الْحَافِظُ الْعِنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهَذَا الشَّذُّ عَلَى شَرْطِ

(۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی سند صحیح سے مروی ہے کہ رات

کے وتر دن کے وتر کی طرح ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : وَتَرُ اللَّيْلِ كَوَتَرِ النَّهَارِ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ

ثَلَاثُ (مجمع الزوائد ۳/۵۰۲، سنن کبریٰ ۳/۳۱)

توثیق : قَالَ الْعَلَامَةُ الْهَيْبِيُّ رحمہ اللہ : زَوَاةُ الطَّيْرِ ابْنِي فِي

الْكَبِيرِ وَرَجَالَهُ وَجَالُ الصَّحِيحِ.

فائدہ : ان روایات میں رات کے وتر کو دن کے وتر یعنی مغرب

کی نماز کی طرح قرار دیا گیا ہے، سب جانتے ہیں کہ مغرب کی نماز دو تشہد اور

ایک سلام کے ساتھ ہے لہذا وتر اللیل بھی اسی طرح ہوگا۔

مسئلہ نمبر (۲) : نماز وتر میں دو تشہد اور ایک سلام ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي

الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْوُتْرِ ، وَفِي زَوَايَةِ عَنْهَا : يُؤْتِرُ بِلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي

آخِرِهِنَّ (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷، النسانی ۱/۲۴۹)

ترجمہ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے اور ایک روایت میں یہ بھی

ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے۔

توثیق : امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں : هَذَا حَدِيثٌ

صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يَخْرُجَاهُ . (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

فائدہ : اس صحیح حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ تین وتر

ایک سلام کے ساتھ ہے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اہل مدینہ بھی دو تشہد اور ایک سلام کے

ساتھ تین وتر پڑھتے تھے جیسا کہ حاکم نے مندرجہ بالا حدیث کے تحت لکھا ہے:

وَهَذَا وَتَرُ أَبِيهِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ وَعَلَيْهِ أَتَخَذُ أَهْلَ

الْمَدِينَةِ . (المستدرک للحاکم ۱/۶۰۷)

مسئلہ نمبر (۳) : دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی۔

(۱) عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِلَاثٍ

وَرُكْعَاتٍ... وَبَقِيَتْ قَبْلَ الْوُكُوعِ... (الحديث (النسائي ۱/۲۴۸، ابن ماجه ۸۴)

ترجمہ : حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین

رکعات وتر پڑھتے تھے۔۔۔ اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

توثیق : علامہ ماروینی رحمہ اللہ نے اس کی سند پر کلام کر کے اس کو

صحیح قرار دیا ہے۔ (الجوهر النقي على هامش البيهقي ۳/۴۱)

(۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْسُطُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ

الْوُكُوعِ . (ابن أبي شيبة ۲/۲۰۲)

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وتر میں

رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(۳) عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوا يَقْسُطُونَ

قُبْلِ الرُّكُوعِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۰۲)

ترجمہ: علقمہ رحمہ اللہ دعا فرماتے ہیں کہ ابن مسعود اور نبی کریم ﷺ کے دوسرے صحابہ ﷺ وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

توشیح: قَالَ الْإِمَامُ الْمَازِزِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَهَذَا مِنْ صَحِيحِ عَلِيِّ بْنِ مُسْلِمٍ. (الجوهر النقي على هامش البيهقي ۳/۴۱)

سؤال: کیا ایک رکعت وتر شاذ اور غیر معروف ہے؟

جواب: جی ہاں! ”صحیح بخاری ۱/۵۳۱“ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک رکعت وتر پڑھنے اور اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کے اشکال اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کہ ”وہ صحابی اور فقیہ ہیں ان پر اعتراض نہ کرنا“ کا ذکر ہے، جس سے دو (۲) باتیں معلوم ہوتی ہیں۔
(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں ایک وتر اجنبی اور غیر معروف سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے تو غلام کو شکایت کرتا پڑی۔

(۲) مجتہد اور فقیہ کو ہر اجتہاد پر اجر ملتا ہے، خواہ وہ شاذ اور غیر معروف کیوں نہ ہو۔ دیکھو یہاں ان پر انکار اور رد نہ کرنے کا عذر یہ بیان فرمایا گیا کہ صحابی اور فقیہ و مجتہد ہیں۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے بھی اس واقعہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ قرآن اول میں ایک وتر شاذ اور غیر معروف تھا۔

(حاشیہ نمبر ۱، صحیح بخاری ۱/۵۳۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿غیر مقلدین کا ننگا سر اور ان کے اقوال و فتاویٰ﴾

سؤال: آج کل غیر مقلدین انتہائی اہتمام سے ننگے سر گھومتے پھرتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟
جواب: اس سؤال کے جواب میں صرف غیر مقلدین کے مدلل اقوال اور فتاویٰ کے نقل کو ہم کافی دانی سمجھتے ہیں۔

ابن لعل دین غیر مقلد کی مدلل تحریر: ابن لعل دین غیر مقلد نے چند احادیث نقل کر کے سیاہ پگڑی کو سنت کہا ہے۔ ابن لعل دین لکھتے ہیں: اور یہ اہل حقیقت ہے کہ عمامہ جو اللہ کے رسول ﷺ باندھا کرتے تھے اس کا رنگ حدیث میں سیاہ مذکور ہوا ہے۔ جیسا کہ چاہرہ نے کہا: ”ذُخِلَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ“ نبی اکرم ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ پر سیاہ پگڑی تھی (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، احمد، دارمی)

”عَنْ عُمَرَو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ“ ابوداؤد میں اس طرح ہے ”رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْيَمِينِ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ قَدْ ارْخَى طَوْفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ“

عمر و بن حریث ؓ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو منبر پر دیکھا آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ ﷺ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی آپ ﷺ نے اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا (مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، شاکل ترمذی)

مذکورہ الصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ عمامہ باندھنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ (منہج منہج سنتیں ۱۔۔۔۔۔ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

(اس سنت پر کوئی غیر مقلد عمل کرنے کو تیار نہیں بلکہ عمل کو جائز ہی نہیں سمجھتے، کیوں؟ اس سنت سے بغاوت کیوں؟ احمد ممتاز)

﴿فتاویٰ علمائے اہل حدیث﴾

۱۔ تعصب، لاپرواہی اور فیشن کی بنا پر ایسا کرنا (یعنی سرنگار رکھنا) صحیح نہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔

۲۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت (سنگار) کا جواز ثابت ہو۔

۳۔ سنت اور استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو نماز میں بھی وسعت سے کام لینا چاہیے۔

۵۔ غرض کسی حدیث میں بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بد عملی یا کسل کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں، العیاذ باللہ۔

۶۔ کچھ امور موجود ہوتے ہیں جو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔

۷۔ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے، اگر

اس جنس لطیف سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ ابتدائی عہد اسلام کو چھوڑ کر جبکہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس

عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت یہ مذکور ہو کہ نبی ﷺ یا

صحابہ کرام ؓ سے مسجد میں اور وہ بھی نماز یا جماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ

چاہے نیکہ معمول بنالیا ہو اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے۔

۹۔ اگر تعبد اور خضوع اور خشوع کے لئے عاجزی کے خیال سے پڑھی

جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ کھپ ہوگا۔

۱۰۔ اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد و خضوع اور خشوع کی

علامت نہیں اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے نشاۃ ہو

گا۔ "وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ غَسَّالِي" (نماز کو آتے ہیں تو ست اور کاہل ہو کر)

غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث الرابعہ وغیرہ، احوال احمدیہ ج ۱ ص ۱۶)

﴿کچھ سوالات و استفسارات﴾

۱۔ سنا ہے کہ غیر مقلدین کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام غیر مقلد علماء اور

مناظرین نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں انہوں نے قرآن و حدیث کے خلاف لکھ کر

عوام الناس کو دھوکہ دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کسی غیر مقلد سے کہا جاتا ہے کہ یہ بات

تمہارے ہی عالم نے لکھی ہے تو فوراً انکار کرتا ہے کہ غلط لکھا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ابن اعلیٰ دین احادیث کے حوالہ سے سیاہ پگڑی کی جو سنیت ثابت کی ہے یہ صحیح ہے یا پگڑی کے دشمنوں کا عمل درست ہے؟

۳۔ جو شخص ننگے سر رہنے اور نماز پڑھنے کو دین و شریعت اور حق کی علامت کہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

۴۔ اوپر نمبر ۸ میں غیر مقلد عالم نے کہا ہے کہ مجھے مسجد میں باجماعت ننگے سر نماز پڑھنے کی کوئی صریح روایت نہیں ملی، کیا آج مل گئی ہے؟

۵۔ فتاویٰ علماء اہل حدیث جلد سوم کے آغاز میں اس فتاویٰ کے متعلق لکھا ہے جو کچھ پیش کیا گیا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر کوئی مندرجہ بالا دس حوالوں میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو یہ قرآن و حدیث کا انکار ہوگا یا نہیں؟

۶۔ ننگے سر نماز پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا مباح؟

۷۔ اگر کسی نے ٹوپی یا پگڑی سے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

بجہدہ کہو واجب ہوگا یا نماز مکروہ ہو جائے گی؟

۸۔ غیر مقلدین کی مساجد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ امام سر ڈھانک کر نماز پڑھاتا ہے ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کا عمل حدیث کے موافق ہے یا مخالف؟ اس کو امامت سے ہٹانا کمیٹی پر فرض ہے یا نہیں؟

۹۔ غیر مقلد مفتی صاحب نے نمبر ۵ میں جو لکھا ہے کہ بلا عمامہ ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنا لینا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اس مفتی صاحب نے جھوٹ لکھا ہے یا سچ؟ اگر جھوٹ لکھا ہے جیسے کہ آجکل کے غیر مقلدین کا عمل بتا رہا ہے تو اس

جھوٹ سے یہ گمراہ ہوا یا نہیں؟ اگر سچ ہے تو عمل سے رکاوٹ کیا ہے؟

۱۰۔ ابتداء اسلام کو چھوڑ کر جس میں کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد کپڑوں کی وسعت کے زمانہ میں جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ننگے سر نماز پڑھنے اور ادھر ادھر ننگے سر گھومنے کا معمول بنایا ہو، ان کے نام بتائیے۔

ان دس سوالوں کا جواب قرآن کریم کی صریح آیت یا صریح، غیر متعارض حدیث سے دینا لازم ہے۔ قیاس شیطان کا کام ہے اور تقلید شرک ہے اور بے سند گفتگو بے دینی ہے اور جواب نہ دینا گونگے شیطان کا شیوہ ہے لہذا ان تمام عیوب و نقائص سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے منصب کے مطابق جواب دیجئے گا۔

ﷺ

﴿دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا﴾

سوال : کیا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا بدعت ہے؟

جواب : دونوں ہاتھوں سے مصافحہ ثابت اور مستحب ہے۔ اسے بدعت کہنا بہت بڑی جہالت اور گمراہی ہے۔

☆☆ دلائل مصافحہ بالیدین ☆☆

دلیل نمبر (۱) : قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : عَلَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ التَّشَهُّدَ وَكَفَّيْنِ بَيْنَ كَفَيْهِ . (صحیح البخاری ۲/۹۲۶، الصحیح لمسلم ۱/۱۷۳، سنن النسائی ۱/۱۷۵)

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی ایسی حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔“

اشکال : اس میں تو تعلیم کے وقت مصافحہ کا ذکر ہے اس سے ملاقات کے وقت کا مصافحہ ثابت کرنا جہالت اور ظلم ہے۔۔۔

جواب : درج ذیل حضرات محدثین کرام رحمہ اللہ نے اس حدیث سے مطلق مصافحہ کو ثابت کیا ہے، خواہ تعلیم کے وقت ہو یا ملاقات کے وقت۔

(۱) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ، کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو ”بَابُ الْمُصَافَحَةِ“ اور ”بَابُ الْأَخْذِ بِالْيَدَيْنِ“ میں لاکر مصافحہ اور وہ بھی دونوں ہاتھوں سے کرنے پر استدلال کیا ہے۔

(۲) جیل الحدیث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

(۳) محدث کرمانی رحمہ اللہ

(۴) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ

(۵) شارح بخاری حافظ عینی رحمہ اللہ

یہ حضرات محدثین بخاری شریف کی شرح لکھنے والے ہیں، ان سب نے اس مقام پر امام بخاری رحمہ اللہ کے استدلال کو تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ مصافحہ تعلیم کے وقت کا ہے اس سے مطلق مصافحہ کو ثابت کرنا غلط اور امام بخاری کی خطا ہے۔

قارئین کرام! کیا یہ پانچوں محدثین ظالم اور جاہل تھے (نعوذ باللہ من ذلك)

تنبیہ : اگر لاندہوں میں ہمت ہو تو اجلہ اور نامور محدثین میں سے پانچ نہیں صرف دو (۲) کا حوالہ پیش کریں جنہوں نے اس استدلال کو غلط قرار دیکر اسے ظلم اور جہالت کہا ہو، جیسے ہم نے دو نہیں پانچ عادل اور نامور

محدثین سے اس کو ثابت کیا ہے۔

سوال : مولوی عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ اس سے وہ مصافحہ جو ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے مراد نہیں اس (مجموع الفتاویٰ)

جواب : اس کے دو جواب ہیں (۱) جن حضرات محدثین رحمہ اللہ کا ہم نے نام لیا ہے یہ ان کے ہم پلہ نہیں۔ لہذا ان کی فہم اور سمجھ کے مقابلے میں ان کی سمجھ کا اعتبار نہیں۔

(۲) علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کی عبارت تمہارے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو مصافحہ ہے وہ تعلیم کے وقت کا مصافحہ ہے ملاقات کے وقت کا مصافحہ نہیں، اور یہ بات صحیح ہے اور سب مانتے ہیں کہ تشہد کی تعلیم کے وقت یہ مصافحہ تھا۔ اس کا کوئی منکر نہیں اور نہ اس میں اختلاف ہے۔ محل اختلاف تو یہ ہے کہ اس مصافحہ تعلیمیہ سے مطلق اور بوقت ملاقات مصافحہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے اس استدلال کا انکار نہیں کیا۔ لہذا ان کا قول ہمارے خلاف، عقل و دانش سے عاری اور بصیرت کا دشمن ہی پیش کر سکتا ہے۔

اشکال : اس سے اگر ملاقات کے وقت کا مصافحہ تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تین ہاتھوں کا مصافحہ ثابت ہوگا ایک کے دو ہاتھ اور دوسرے کا ایک ہاتھ جبکہ تم چار ہاتھوں کے مصافحہ کو اس سے ثابت کرتے ہو۔

جواب : اس کے کئی جواب ہیں۔ (۱) کسی حدیث میں حضرت

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں، کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دو ہاتھ تھے اور ان کا ایک تھا اور ایک نہ تھا۔

(۲) یہ کہنا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دو ہاتھ تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ تھا، عقل و درایت اور محبت رسول رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے کیونکہ کس کا دل مانتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مصافحہ کے لئے دونوں مبارک ہاتھ بڑھائے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ہی ہاتھ بڑھایا ہو، عرف اور عادات الناس اس پر شاہد ہے کہ ہمیشہ سے جب بھی چھوٹا بڑے کو کچھ پکڑاتا ہے تو دونوں ہاتھ سے ادب سمجھ کر پکڑاتا ہے اور جب مصافحہ کرتا ہے تو دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کرنے کو ادب اور احترام سمجھتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہرگز ہرگز یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے ادب و احترام کے راستے کو چھوڑ کر صرف ایک ہاتھ دیا ہو۔

(۳) اس حدیث میں رسول اکرم رضی اللہ عنہ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر صراحتاً ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دونوں ہتھیلیوں کا ذکر دلالتاً ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب آدمی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتا ہے تو ایک ہاتھ کے دونوں طرف دوسرے کی ہتھیلیاں لگتی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ایک ہاتھ کی یہ خوبی بیان فرما رہے ہیں کہ میرے اس ہاتھ کے دونوں طرف حضرت رسول اکرم رضی اللہ عنہ کی مبارک ہتھیلیاں لگی تھیں۔ ان کا مقصد "تَحْفِیُّ بَيْنِ تَحْفِیِّہ" سے اپنے اس ہاتھ کی یہی خوبی بیان کرنا ہے، اپنے دوسرے ہاتھ کی نفی کرنا نہیں یعنی ان کا مقصد یہ بتانا نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور میں نے ایک ہاتھ سے کیا، اور دوسرے ہاتھ کو الگ دور رکھا تھا۔

لطیفہ : حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ”میں نے ایک غیر مقلد دوست کو بخاری شریف سے دو ہاتھ سے مصافحہ والی حدیث دکھائی تو تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا : ”اگرچہ آنحضرت ﷺ کے مصافحہ میں دو ہاتھ تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ تھا ، میں نبی تو نہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کروں ، میں یہاں نبی کی بجائے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اتباع کروں گا۔“ (مولانا فرماتے ہیں) میں نے کہا : جس طرح تم نبی نہیں ایسے ہی تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح صحابی بھی نہیں ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو ، اسی لئے تم صرف انگوٹھا ملا کر مصافحہ کر لیا کرو تا کہ نہ تمہارے نبی ہونے کا شبہ ہو نہ صحابی ہونے کا۔ میں نے کہا کسی حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں ہے۔“ (راہل ، ۳/۵۰)

دلیل نمبر (۲) : أخرج الإمام البخاري رحمه الله تعالى : وصافح
حماد بن زيد ابن المبارك بنديبه. (صحيح البخاري ۲/۹۲۶)

یعنی محدث عظیم حضرت حماد رحمہ اللہ نے محدث جلیل حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

سوال : حماد اور ابن مبارک کو جس طرح حنفیہ کبار ائمہ اور جبال الحدیث میں شمار کرتے ہیں ، کیا واقعہ یہ دونوں اپنے زمانے کے عظیم اور بڑے محدثین اور علماء میں سے تھے ؟ اگر یہ بات سچ ہے اور حقیقت ہے تو باحوالہ بیان کیجئے اور ہم سے دو ہاتھ سے مصافحہ کا اقرار کیجئے۔

جواب : منہ مانگا حوالہ لیجئے اور اپنے قول کے مطابق استنباط کا قائل ہو جائیے۔

قال عبد الرحمن بن مهدي رحمه الله تعالى : الأئمة أربعة مابك و سفيان الثوري و حماد بن زيد و ابن المبارك. (تذكرة الحفاظ ۲/۲۷۵)

یعنی تمام محدثین کے امام چار ہیں ، ان چار میں سے دو حماد اور ابن مبارک رحمہ اللہ مداح ہیں۔

سوال : ہمارے غیر مقلد علماء کہتے اور لکھتے ہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے۔ تو ان دو عظیم محدثین کو اس کا علم کیونکر نہ ہوا کہ ہمارا یہ عمل حدیث کے خلاف ہے ؟ نیز جن محدثین کے سامنے ان دونوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا انہوں نے ان پر انکار اور اعتراض کیوں نہیں کیا کہ یہ عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے ؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ مداح نے ان کے اس مصافحہ کو جب محدثین کے سامنے بیان کیا اور کتاب میں لکھ کر شائع کیا تو محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ مداح پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ ان کا عمل فلاں حدیث کے خلاف ہے پھر آپ کیوں بیان کر رہے ہو اور اپنی صحیح بخاری میں لکھ کر کیوں شائع کر رہے ہو ؟ نیز امام بخاری رحمہ اللہ مداح جیسے محدث جن کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں یا دتھیں انہوں نے اس عمل کو حدیث کے خلاف کیوں نہیں سمجھا ؟ نیز اگر اس محدث کا نام اور سند ولادت و وفات بتا دیا جائے جس نے سب سے پہلے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے عمل کو حدیث کے خلاف سمجھ کر

اس پر رد کیا ہو، تو بہت اچھا ہوگا۔ کیونکہ ہمارے لئے موازنہ اور پرکھنا آسان ہو جائے گا کہ انکار نہ کرنے والے کس صدی اور کتنے بڑے محدث اور نیک و پرہیزگار ہیں اور یہ انکار اور رد کرنے والا کس پایہ کا ہے تاکہ ہمارے لئے ترجیح دینے میں آسانی ہو۔

جواب : جناب ! اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کا یہ سوال انصاف اور حق پر مبنی ہے، لیکن یہ سوال ہمارے بجائے اپنے غیر مقلد علماء سے کیجئے اس لئے کہ مدعی وہ ہیں۔ ہم نے نہ اس کو حدیث کے خلاف کہا ہے نہ کہتے ہیں۔ البتہ جو کہنے والے ہیں ان سے ضرور جواب طلب کیجئے۔

سوال : ہمارے غیر مقلد علماء فرماتے ہیں کہ احادیث میں "ید" کا لفظ مفرد آیا ہے اور لغت میں مصافحہ کی تعریف "الْأَخْذُ بِأَيْدٍ" اور "وَضَعَ صَفْحَ الْكَفِّ فِي صَفْحِ الْكَفِّ" سے کی گئی ہے جس میں "ید" اور "کف" مفرد استعمال ہوا ہے لہذا معلوم ہوا کہ مصافحہ صرف ایک ہاتھ سے کیا جائے گا۔ حنفیہ اس معقول استدلال کو کیوں نہیں مانتے؟

جواب : اس کے دو جواب ملاحظہ فرمائیں (۱) اگر یہ استدلال معقول ہوتا تو امام بخاری، حماد، ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ جیسے محدثین اس استدلال کو ضرور سمجھتے اور فرماتے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ حدیث کے خلاف ہے، لغت کے خلاف ہے اس لئے ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ لیکن ان میں

سے کسی ایک نے بھی یوں نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ استدلال انتہائی درجہ نامعقول ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں "ید" مفرد بطور جنس استعمال ہوا ہے اس سے مراد دونوں ہاتھ ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انسان کے جسم میں جو اعضاء دو دو ہیں ان میں لفظ مفرد بطور جنس بولا جاتا ہے مراد دونوں اعضاء ہوتے ہیں۔ مثلاً

(۱) قرآن کریم میں یہ آیت ہے "وَلَا تَخْضَلْ بِكَ مَغْلُولَةٌ إِلَى غُنْجِكَ" یہاں "ید" مفرد ہے لیکن سب مانتے ہیں کہ ایک ہاتھ مراد نہیں بلکہ دونوں ہاتھ مراد ہیں۔

(۲) ایک حدیث میں ہے "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيَغْيِرْهُ" یہاں اس حدیث میں بھی "ید" کا لفظ مفرد ہے لیکن مراد عام ہے، جہاں تغیر منکر کے لئے دونوں ہاتھوں کا استعمال ہوگا تو بھی عمل بالحدیث ہوگا۔ کسی پاگل نے آج تک اس حدیث کے لفظ مفرد سے دوسرے ہاتھ کے استعمال نا جائز ہونے اور حدیث کے خلاف ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

(۳) حدیث ہے "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لُسَابِهِ وَبَدَنِهِ" کیا یہاں "ید" کے مفرد ہونے سے یہ کہنا جائز ہے کہ ایک ہاتھ سے مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں، دونوں ہاتھوں سے جائز ہے۔ جو دونوں ہاتھوں سے چٹائی کو ناجائز کہتے ہیں وہ اس حدیث کے خلاف کہتے ہیں۔

تنبیہ : لغت میں مصافحہ کی تعریف میں دو چیزوں کا ذکر ہے، ایک "الْأَخْذُ بِالْيَدِ" اور دوسری "التَّحْلِيلُ سَلْبِيًّا" اور مصافحہ بالیدین ہی میں یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں کیونکہ اس مصافحہ میں دونوں کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلیاں آپس میں مل جاتی ہیں اور ہر ایک بائیں ہاتھ سے دوسرے کا دایاں پکڑتا ہے۔ نیز اگر "اخذ" اور "وضع الکف" کا تعلق صرف ایک ہاتھ سے تسلیم کر لیا جائے تو بھی بائیں ہاتھ کے ملانے سے اس "اخذ وضع" میں کوئی ایسا نقص نہیں آتا جس سے مصافحہ کا معنی باطل ہو جائے۔

لہذا لغت کی یہ تعریف ہمارے خلاف نہیں۔

دلیل نمبر (۳) : قَالَ أَبُو أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : "تَسْنَمُ الشُّجْبَةُ الْأَخْذُ بِالْيَدِ وَالْمُصَافَحَةُ بِالْيَمْنَى"۔ (ناری نذریہ ۴۲۳/۳)

اس میں دو احوال ظہور ہے "وَالْأَصْلُ فِي الْعَطْفِ الْمُغَابَرَةُ" لہذا یہ روایت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صریح دلیل ہے اس لئے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی صورت میں ہی جانہین کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے ملتی ہے اور بائیں ہاتھ سے دوسرے کے دائیں ہاتھ کو پکڑا جاتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے کے ہاتھ کی ہتھیلی سے نہیں ملتی۔

سوال : کیا غیر مقلدین کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جس میں دائیں ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر ہو اور بائیں ہاتھ کی نفی ہو؟

جواب : حدیث صحیح تو درکنار ان کے پاس کسی ایک محدث کا عمل

بھی نہیں ہے ورنہ پیش کریں، جیسے ہم نے صحیح بخاری کے حوالہ سے دو بڑے درجے کے محدثین کا عمل پیش کیا ہے۔ اگر ان میں ہمت ہے تو صحیح بخاری نہ کسی صحاح ستہ میں سے کسی محدث کا عمل بتائیں جس نے دایاں ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھایا ہو اور بائیں ہاتھ کو پشت کی طرف الگ کیا ہو۔

☆☆☆☆

تین جلدیں اب یکجا

چکھ کر تہی

نظر ثانی و تشکیل جدید

تالیف

قاری محمد محمود قادری

مولانا محمد لونس سعیدی جواہر آباد

صد ارقی جمعہ حسن کارکردگی

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور
استاذ دارالعلوم صفہ سعید آباد، کراچی

مختصر اقتباسات دلچسپ حکایات، عالم فہم اور سبق آموز علمی نکات، تبلیغی، اصلاحی اور تاریخی واقعات پر مبنی ایسا انوکھا اور زمین مجموعہ جو آپ کے مختصر ترین اوقات کو اس کتاب کے زور دھم مطالعے کے ذریعے قیمتی بنا سکتا ہے۔

کتاب کے دیگر ملنے کے پتے

نور محمد کتب خانہ، نوری کراچی، فون: 2211051
اقبال بک سینٹر، صدر بازار کراچی، فون: 7211246
کتب خانہ امروہی، مسلم سٹور، بازار کراچی، فون: 2213056
مکتبہ عرفان، شاہ شجاع کالونی کراچی، فون: 4594144
اسلامی کتب خانہ، بندہ کھٹہ، بازار نرس کراچی، فون: 4927159

تین جلدوں میں چھپنے والی یہ کتاب اب کم فرماؤں کی پروردگار پر بھیجنا شروع کی جا رہی ہے اپنی کافی حاصل کرنے کیلئے فوراً رابطہ کریں۔

ناشر

مکتبۃ البخاری

Ph: 2529008 - 2520385
Mobile: 0300-2140865

گلستان کالونی نزد صابری کراچی

اہم امور ایک نظر میں

- ❖ کیا فرشتے رکوع کے وقت رفع کرتے ہیں؟ (نہیں)
- ❖ حضرات عشرہ مبشرہ ؑ رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- ❖ حضرات خلفائے راشدین ؑ رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- ❖ حضرات پچاس صحابہ ؓ رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- ❖ حضرات چار سو صحابہ ؓ رکوع کے وقت رفع کرتے تھے؟ (نہیں)
- ❖ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے رفع سے رجوع فرمایا ہے؟ (ہاں)
- ❖ اکثر صحابہ ؓ کا عمل بھی ترک رفع ہی کا تھا۔
- ❖ رفع البیدین کی احادیث منسوخ ہیں۔
- ❖ آپ ﷺ کا آخری عمل ترک رفع ہی کا تھا۔

اپنے موضوع پر ایک منفرد اور بے مثال کتاب



انمول موتی



تلمیذِ رشید

تالیف

شیخ الحدیث
حضرت مولانا مفتی عبد الرشید صاحب
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ المدارس کراچی

مولانا
مافظ محمد موسیٰ طیب صاحب
فاضل جامعہ اشرفیہ المدارس گلشن اقبال کراچی

انمول موتی

حکمت و معرفت اور علوم و معارف کا خزینہ
علم دوست حضرات کے لیے ایک گراں قدر تحفہ
ایک ایسی کتاب جو علماء خطباء مقررین اور مطالعہ
کے شائقین کے لئے علمی، تاریخی، ادبی، اصلاحی، دینی
اور مذہبی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔
علمی اور تاریخی حکایات، اصلاحی بیانات ضرب الامثال
علم و دانش اور حکمت و بصیرت کا بے مثال
اور منفرد مجموعہ۔

ہر فرد کے فروزے

ہر کتب خانے کے لئے
ایکے نادر و نایاب
دستاویز۔

عہد طباعت، دب و عرب
اشاعے ملک کے ہر علم
کتبے اور کتب خانے میں
دستیاب ہے۔

ناشر

مکتبۃ البخاری

گلستان کالونی نزد صابری مسجد کراچی

Ph : 2529008 - 2520385, Mob : 0300-2140865

مکتبۃ البُخاری کی چند دیگر مطبوعات

